دکتور محمد عبد الرحمن العریفی

یونیورسٹی کینٹین میں

یونیورسٹی کینٹین میں

پردے کے موضوع پر دلچسپ مکالمہ

اپنی نوعیت کی انوکھی اور منفرد تحریر

دکتور محمد عبدالرحمٰن العریفی

ترجمہ: حافظ قمر حسن

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalamksa.com

- الریاض۔العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945
- الملز فون: 4735220 01
- سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695
- قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948
- مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0504296740
- جدّہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270
- الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04
- خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07

شارجہ فون: 5632623 6 00971
امریکہ ہوسٹن: 7220419 713 001 • نیویارک: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044
آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان ہیڈ آفس ومرکزی شوروم

36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس: 37354072 موبائل: 0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

- غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 0321-4439150
- Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 0321-4212174

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد
فون/فیکس: 2281513 موبائل: 0321-5370378

کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 0321-2441843

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

العريفي ، محمد عبدالرحمن
صرخة في مطعم الجامعة. / محمد عبدالرحمن العريفي - الرياض ، ١٤٣١
١٢٠ :ص مقياس ١٤x٢١ ، سم
ردمك:٧-٠٦٩-٠٠٠-٥٠٣-٦٠٣-٩٧٨
(النص باللغة الأوردية)
١- الوعظ والإرشاد ١. العنوان
ديوي ٢١٣ ١٤٣١/٩٥٢٠
رقم الإيداع: ١٤٣١/٩٥٢٠
ردمك:٧-٠٦٩-٠٠٠-٥٠٣-٦٠٣-٩٧٨

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

مضامین

کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے

مختلف علاقوں کے علماء کے اقوال کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے

عرض ناشر

اسلام نے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو پاکیزہ تعلیمات دی ہیں وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اس نے انسانی معاشرے کو اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کے لیے سد ذرائع کی تعلیم دی ہے۔ سد ذرائع کا مطلب ہے برائی کا باعث بننے والی باتوں کی روک تھام۔ سد ذرائع کے قاعدے کی رو سے اسلام نے عورتوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے بے حجابانہ آنے سے منع کیا ہے۔ اسلام کا یہ حکم ایک سلیم الفطرت آدمی کی غیرت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

زیر نظر کتاب میں خواتین کے پردے کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ یہ تین سہیلیوں کا دلچسپ اور معلومات افزا مکالمہ ہے، جو اپنی نوعیت کی اولین پیش کش ہے۔ پردے کے احکام و مسائل باتوں باتوں میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ دینی وفقہی کتابوں کی پیش کش کا یہ انداز عالم عرب میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ عصر حاضر کے بیشتر عربی مصنفین اور بالخصوص وہ اہل قلم جو تبلیغ دین کے شعبے سے وابستہ ہیں، اسی راہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن عریفی کا تعلق بھی مصنفین کے اسی قبیل سے ہے۔ وہ دینی تعلیمات کو سادہ اور دلچسپ پیرائے میں پیش کرنے کے شائق ہیں۔ اس

سے قبل ان کی عربی کتاب استمتع بحیاتك کا اردو ترجمہ ''زندگی سے لطف اٹھایئے'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ ''زندگی سے لطف اٹھایئے'' کو اردو دان حلقوں میں زبردست پذیرائی ملی۔ ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن عریفی سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں رہتے اور وہیں ایک یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ وہ خالص عرب ہیں اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خاندان بنومخزوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنومخزوم قبیلۂ قریش ہی کی ایک شاخ ہے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد بنو خالد کے نام سے معروف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء سے اکتساب علم کیا ہے۔ تبلیغ دین کے میدان میں بھی ڈاکٹر صاحب کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

دارالسلام کی طرف سے کتاب کے اردو ترجمے کی ذمہ داری حافظ قمر حسن نے بڑی خوش اسلوبی سے پوری کی ہے۔ پروف خوانی اور تخریج کے فرائض حافظ محمد ندیم اور مولانا عبدالرحمٰن نے انجام دیے ہیں۔ ابومصعب اور ان کے رفقاء نے بڑی محنت سے کتاب کو کمپوز کیا۔ آرٹ ڈائریکٹر زاہد سلیم چوہدری اور ان کے معاونین محمد نعیم اور ہارون الرشید نے اسے ڈیزائننگ سے زینت بخشی۔

عزیزی حافظ عبدالعظیم اسد میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے دارالسلام کی دیرینہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کتاب کو بڑے تزک و احتشام سے شائع کیا ہے۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

دارالسلام، لاہور، ریاض

اکتوبر 2010

جزیرۂ کنز میں

سارہ علاقے کی دیگر لڑکیوں سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ چہرہ خوبصورت، قدوقامت معتدل، خدوخال تابناک۔ بچپن ہی سے اُس کے انداز و اطوار جداگانہ تھے۔ سارہ کی والدہ کو بھی اشتیاق تھا کہ اس کی بیٹی دوسروں سے الگ نظر آئے۔ سارہ اُسے بہت عزیز تھی۔ اسے ہوا بھی چھو جاتی تو والدہ کو فکر ہوتی تھی۔

جزیرۂ کنز اور دیگر اسلامی ممالک کے معاشرتی حالات میں کوئی بڑا فرق نہیں تھا۔ سڑک پر چلتے ہوئے ہر طرف بلند میناروں والی مسجدیں اور روشن چہرہ مسلمان دکھائی دیتے تھے۔ اُن کا حسن و جمال راستوں کی دل کشی میں اضافہ کر کے اُنھیں چار چاند لگا دیتا تھا۔ لوگوں کے دل غیرت اور مردانگی کے جذبات سے پُر تھے۔ کسی شخص کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ راستے میں یا بس میں سفر کے دوران کسی عورت کو چھیڑ کر منہ کالا کرتا۔ خواتین بھی اپنے آپ کو حیا کی چادر میں

لپیٹ کر رکھتی اور اسی پر پروان چڑھتی تھیں۔ خواتین کی اکثریت حجاب شرعی کی پابند تھی۔ یوں خواتین اپنے آپ کو بھٹکتی نظروں اور سرراہ اچھالے گئے بے ہودہ جملوں سے محفوظ کر لیتی تھیں۔

جزیرے میں ایک مشہور عالم بھی رہتے تھے۔ لوگ اُن سے بڑی محبت کرتے تھے۔ شاہان و امراء اور وزراء و زعماء سبھی اُن عالم کو پسند کرتے تھے۔ انھیں عوام میں خاصی مقبولیت حاصل تھی۔ سبھی اُن کی آرا سے استفادہ کرتے تھے۔ وہ واقعی ایک پرہیزگار اور جلیل القدر عالم تھے۔

جزیرۂ کنز کے ٹیلی ویژن پر اچھلتی کودتی ناچتی گاتی گلوکارائیں نظر نہیں آتی تھیں۔ ٹیلی ویژن کے اشتہاروں تک میں عورت کا کوئی وجود نہیں تھا۔

جزیرۂ کنز میں زندگی بڑی خوشگوار اور پُرسکون تھی۔ لوگ دینی معاملات میں جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ عالم فتویٰ دیتے تو لوگ بے چون و چرا اُسے تسلیم کرتے تھے۔ جمعہ کے خطبات میں خطیب کی نصیحت پر کان دھرتے تھے۔ جزیرہ کے گنے چنے لوگوں پر بیرونی اثرات نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہاں

کبھی کبھار چند پست آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ یہ آوازیں جن افراد کے منہ سے برآمد ہوتی تھیں وہ دوسرے ہی طرزِ حیات کے دلدادہ اور دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر تھے۔ ذرائع ابلاغ کے چند گماشتے بھی حیا سوز رسالوں اور فحش چینلوں کے ذریعے سے فساد کا بیج بونے میں مصروف تھے۔ تاہم اُن کے اثرات بھی نہ ہونے کے برابر اور نہایت سطحی قسم کے تھے۔

سالہا سال گزر گئے۔ ذرائع ابلاغ نے ترقی کی۔ جزیرۂ کنز کے باشندوں کو بھی سیٹلائٹ کی براہِ راست نشریات پہنچنے لگی۔ سیٹلائٹ نشریات کے ذریعے سے بے دین و بے ایمان لوگوں کی ثقافت یہاں منتقل ہونے لگی۔ جزیرۂ کنز کے باشندوں کو ٹی وی پر ایسے لوگ نظر آنے لگے جو جانوروں کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ نہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر زندگی جیتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا حاصل کھانے، پینے، سونے اور عیش پرستی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ نماز نہ روزہ، قلبی پاکیزگی نہ جسمانی طہارت۔

جزیرۂ کنز کی پاکباز خواتین ٹیلی ویژن پر ننگی عورتوں کو دیکھنے لگیں۔ جزیرہ کے جلیل القدر عالم چلاتے رہے: ’’اللہ سے ڈرو۔ غیر ملکی تقلید سے بچو۔ اپنے دین پر مضبوطی سے جمے رہو۔‘‘

وہ خواتین پر زیادہ توجہ دیتے: ’’اپنا حجاب مت اتارنا۔ تم موتی ہو۔ ہر کوئی تمھیں دیکھے، یہ درست نہیں۔ تم ملکہ ہو۔ تم ہماری ماں، ہماری بہن اور ہماری بیٹی ہو۔ تم ہماری عزت ہو۔‘‘

یہ لوگوں کے دامن پکڑ پکڑ کے اُنھیں ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچا رہے تھے۔ جزیرے کے دیگر علمائے کرام بھی ریڈیو پر، ٹیلی ویژن پر، خطباتِ جمعہ میں، کتابوں میں یہی باتیں دہرا رہے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کشتی میں سوراخ ہوگیا تو وہ غرق ہو جائے گی۔ لوگ علمائے کرام کی باتیں سنتے، اُن کی نصیحت کو سر آنکھوں پر رکھتے اور اُن سے محبت کرتے تھے۔ چند سال اور گزرے۔ اُن جلیل القدر عالم نے وفات پائی، پھر یکے بعد دیگرے کئی علماء رب سے جا ملے۔ جو علماء زندہ رہے، انھوں نے یہ مبارک سفر جاری رکھا۔ وہ کشتی کو غرقابی سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔

دشمن بھی چیخ پکار کرتے: ’’لوگو! ہماری طرف آؤ۔ دیکھو ہم کتنے مزے میں ہیں۔ نوجوان لڑکے کے پہلو میں نوجوان لڑکی۔ یہ دونوں ہر جگہ ایک دوسرے سے حظ اٹھا سکتے ہیں۔ دیکھو عورت ساحلِ سمندر پر بکینی پہنے فضائے دلنواز کے مزے لوٹ

رہی ہے۔ ہوائی جہاز میں اپنی آزادی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مسافروں کی خدمت کر رہی ہے۔ ہوٹلوں میں اپنی چنچل اداؤں سے گاہکوں کے ہوش اُڑا رہی ہے۔''

یہ خوشنما آوازیں دینے والے بے وقوف تھے۔ عربی محاورے کے مطابق اُنھیں معلوم نہیں تھا کہ کندھے کا گوشت کہاں سے کاٹ کھایا جاتا ہے (مطلب یہ کہ انھیں علم نہیں تھا، یہ کام کیسے انجام دیا جانا چاہیے۔)

وہ پاکیزہ عورت جو بچپن ہی سے حجابِ شرعی پر پروان چڑھتی ہے، کیسے گوارا کرسکتی ہے کہ غیر کے سامنے چہرہ کھولے یا عبا (برقع) اتار پھینکے۔ کم از کم ایسی خاتون اُن فساد انگیزوں کا مطالبہ پورا نہیں کرسکتی تھی۔

تیز لہر کو تقسیم کر کے کمزور کر دینا

دشمنوں نے دیکھا کہ انھوں نے خواتین کا حجاب اتروانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے تھے، وہ کامیاب نہیں۔ انھیں ادراک ہوا کہ تیز لہر کے مخالف سمت سفر کرنا درست نہیں، چنانچہ انھوں نے تیز لہر کو تقسیم کر کے اُسے کمزور کر دینے کی پالیسی اپنائی۔ لکڑیوں کے گٹھے کو توڑنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اگر گٹھا کھول کر لکڑیاں علیحدہ کر لی جائیں تو انھیں توڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

دشمنوں نے مشاہدہ کیا کہ خواتین کے عبا یا برقعے کھلے اور ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں جو جسم کو چھپا لیتے ہیں۔ عورت جب برقع اوڑھ کر چلتی ہے تو بدن کا کوئی انگ دکھائی نہیں دیتا۔

دشمنوں نے کہا: ''ہم یہ نہیں کہتے کہ برقع اتار پھینکو۔ یہ حرام ہے۔ لیکن دیکھو

تمھارے برقع کا اسٹائل پرانا ہو چکا ہے۔ اب ان برقعوں کا رواج نہیں رہا۔ تمھیں نئے انداز کا برقع اوڑھنا چاہیے۔''

یکا یک ڈریس ڈیزائنر حرکت میں آئے۔ انھوں نے کئی طرح کے برقعے ڈیزائن کیے جو عام برقع سے بہت تنگ تھے۔ لیکن بہر حال برقعے تو تھے۔ خواتین نے یہ برقعے اوڑھنے شروع کر دیے۔ اب برقع نے دیدہ زیب گاؤن کی سی شکل اختیار کرلی۔ جو برقع زینت چھپانے کے لیے اوڑھا جاتا تھا وہ بجائے خود زینت بن گیا۔ دشمن خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ انھوں نے جانا کہ لہر کا زور کم پڑنے لگا ہے۔ پھر نئے طرز کے برقعوں کی دیکھا دیکھی بغیر بازوؤں کے برقعے بنا کر اوڑھے جانے لگے۔ اس کے بعد ایسے برقعوں کا چلن ہوا جو کمر میں بیلٹ سے باندھے جاتے تھے۔ اس کے بعد جو برقعے وجود میں آئے وہ بڑے تنگ تھے۔ بدن سے چپک جاتے اور انگ انگ کو نمایاں کرتے۔

اب لوگوں کی نظریں اُسی عورت کا تعاقب کرتیں جو برقع اوڑھے ہوتی۔ یوں معاشرہ اضطراب کا شکار ہونے لگا۔

کشتی غرق ہونے لگی۔ اصلاح کار خاموش نہ رہ سکے۔ علمائے کرام نے اِن برقعوں کی مذمت میں فتوے دیے۔ خطباء کی شعلہ بیانیوں سے منبر لرز اُٹھے۔ داعیانِ اسلام نے وعظ ونصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ انھوں نے دیدہ زیب برقع اوڑھنے والی عورت کو اس فعل کے انجامِ بد سے آگاہ کیا اور بتایا کہ یوں بدن کی زینت عیاں ہوتی ہے جسے اللہ نے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

تنگ اور باریک برقعوں کے متعلق ہر عقل مند آدمی کو علم تھا کہ یہ حرام ہیں۔ یوں اُن کا رواج کم پڑنے لگا۔ خواتین نے پھر بدن کو پورے طور پر ڈھانپنے والے برقعے اوڑھنے شروع کر دیے۔ دشمنوں نے یہ صورت حال دیکھی تو سخت پریشان ہوئے کہ ساری محنت اکارت گئی۔ انھوں نے سوچا کہ وہ حجاب اتروانے اور مرد وزن کا اختلاط کرانے کے لیے ہزار جتن بھی کریں گے تو کامیاب نہیں ہوں گے۔ وہ دن رات ایک کر کے ہزار ہا خواتین کو اپنے پیچھے لگاتے ہیں۔ خوشی کے شادیانے بجنے کو ہوتے ہیں کہ کوئی شعلہ بیان مقرر آتا ہے اور آیات و احادیث سنا سنا کر اُن خواتین سے چٹکیوں میں توبہ کرا لیتا ہے۔

فسادی دراصل نہیں جانتے کہ اہلِ اسلام کے دلوں میں اسلام کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہیں۔ مسلمان خاتون غلطی کر بیٹھتی ہے لیکن جلد ہی توبہ کر کے اسلام کی طرف لوٹ آتی ہے۔

مسلمان عورت کی فطرت خالص سونے جیسی ہوتی ہے۔ ذرا سی جھاڑ پونچھ سے سونے کا گرد وغبار دور ہو جاتا ہے اور وہ پہلے کی طرح چمکنے دمکنے لگتا ہے۔ آخر لمبی سوچ بچار کے بعد ایک نئی آفت کا دروازہ کھلا۔

اس معاملے میں اختلاف ہے

فساد پروروں نے صفحات تاریخ کی ورق گردانی شروع کی کہ دیکھیں ماضی کے مسلمان ممالک میں حجاب کو زوال کیسے آیا۔ انھوں نے دیکھا کہ زوالِ حجاب کی ابتدا یوں ہوئی کہ سب سے پہلے چہرہ کھلا رکھنے کی دعوت دی گئی، پھر جب چہرہ کھلا رکھنا معمول کی بات ہوگئی تو چہرے کو طرح طرح کے اسباب زینت سے آراستہ کیا جانے لگا۔ اس کے بعد حجاب کے لیے شوخ رنگ اور چمکدار کپڑا استعمال ہونے لگا۔ اب چہرہ زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگا۔ حجاب پر نقش و نگار بنائے اور پھول کاڑھے جانے لگے۔ چہرے کی فتنہ انگیزی پہلے سے بڑھ گئی۔ اب حجاب سکڑنا شروع ہوا۔ پہلے پیشانی ننگی ہوئی، پھر پیشانی سے اوپر کے بال نظر آنے لگے۔ دشمنوں نے جزیرۂ کنز میں بھی یہی ہتھکنڈا آزمانے کی ٹھان لی۔ جزیرۂ کنز کی خواتین حجاب اوڑھتے وقت چہرہ بھی چھپاتی تھیں۔ بعض عناصر کی طرف سے سیٹلائٹ چینلوں اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے انھیں سبق پڑھایا جانے لگا کہ حجاب میں چہرہ چھپانا دراصل واجب نہیں۔ عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ بعض علمائے کرام کا فتویٰ ہے کہ چہرے کو کھلا رکھنا جائز ہے۔ مطلب یہ کہ اس مسئلے کے متعلق علمائے کرام کا اختلاف ہے اور وہ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوسکے۔ پھر سیٹلائٹ چینلوں پر چند مفتیانِ کرام

نمودار ہوئے اور علی الاعلان فتویٰ صادر فرمایا کہ خواتین گھر سے باہر نکلتے وقت چہرہ کھلا رکھ سکتی ہیں۔ ایسا کرنا ان کے لیے بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جس زینت کے چھپانے کا حکم دیا ہے، چہرہ اس کے ذیل میں نہیں آتا۔

ہماری ذمہ داری

سارہ پردے کے معاملے میں ذرہ بھر کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی۔ وہ لوگوں کے درمیان ملکہ کے سے اعتماد اور وقار سے چلتی تھی۔ اس کی مضبوط شخصیت اور ثابت قدمی سے ہر کوئی متاثر ہوتا تھا۔ صبح سویرے جب سڑکوں پر لوگوں کا ازدحام ہوجاتا تو کئی مسلمان خواتین بھی آتی جاتی نظر آتیں۔ ان کے چہرے کھلے ہوتے۔ سارہ ان مناظر سے متاثر ہوئے بغیر اپنی دھن میں گزر جاتی۔ وہ ان بیشتر طالبات میں سے ایک تھی جو حجاب اوڑھتی اور چہرہ و بدن چھپاتی تھیں۔ دیگر طالبات کا یہ حال تھا کہ چند ایک تو چہرہ کھلا رکھتی تھیں اور بعض ایسے برقعے اوڑھتی تھیں جو گاؤن کے مشابہ تھے۔ طالبات کو چھٹی ہوتی تو کالج کے سامنے نوجوان لڑکوں کا جمگھٹا لگ جاتا جو لڑکیوں کو تاڑتے اور موقع پا کر آوازیں کستے۔ سارہ لڑکوں کے سامنے سے باحجاب گزر جاتی اور کسی کو جرأت نہ

ہوتی کہ اسے میلی آنکھ سے دیکھے۔ حجاب نے اسے پر ہیبت اور باوقار بنا دیا تھا۔

ہسپتال میں

سارہ کی بڑی بہن آمنہ کا پاؤں نو ماہ سے بھاری تھا۔ گھر کے سب افراد نئے مہمان کی آمد کے منتظر تھے۔ وقت مقررہ آن پہنچا تو آمنہ کو ہسپتال پہنچایا گیا اوراس نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا۔ سارہ اپنے والد کے ہمراہ شام کو ہسپتال پہنچی۔ وہاں کئی اور خواتین بھی موجود تھیں جو آمنہ کو دیکھنے آئی تھیں۔ ان میں ایک باوقار نوجوان لڑکی بھی تھی۔ وہ بڑے ادب سے بیٹھی تھی۔ چہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ اس نے سادہ سا کھلا ڈھلا برقع اوڑھ رکھا تھا۔ چہرہ ننگا تھا اور برقعے میں سے چودھویں کے چاند کی طرح جھانک رہا تھا۔ آتے جاتے لوگ اس پر پسندیدگی کی نظر ڈالتے گزر جاتے۔

سارہ کو تعجب ہوا کہ عجیب لڑکی ہے۔ مکھڑا کھولے بیٹھی ہے۔ اللہ نے تو عورتوں کو زینت کی چیزیں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ سارہ جرأت مند لیکن باادب لڑکی تھی۔ وہ اس نوجوان لڑکی کی طرف بڑھی۔ نرمی سے سلام کیا۔ پتا چلا کہ اس کا نام اریج ہے اوراس کی بہن بھی ولادت کے سلسلے میں ہسپتال میں داخل ہے۔ دعا سلام کے بعد سارہ نے کہا: ''مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ چلیے ساتھ والے ریسٹ روم میں چلتے ہیں اور آرام سے بات کرتے ہیں۔''

باتوں باتوں میں سارہ کو معلوم ہوا کہ اریج 'آزادیِ نسواں' کے موضوع کو بہت پڑھتی ہے۔ سارہ کی معلومات بھی کچھ ایسی ناقص نہیں تھیں۔ یوں ان دونوں کے درمیان طویل بحث مباحثہ کا آغاز ہوا۔

سارہ اور اریج کے درمیان بحث مباحثہ

سارہ نے کہا: ''اریج! تم جانتی ہو نا کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو دو جنسوں میں پیدا کیا ہے۔ ایک مرد اور دوسری عورت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ ﴾

''اور اسی نے جوڑا (یعنی) نر اور مادہ پیدا کیے۔'' [1]

تم یہ بھی جانتی ہو کہ اس جوڑے کا باہمی تعلق بڑا گہرا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ زندگی کے استحکام کے لیے ان دونوں کی ہم آہنگی بے حد ضروری ہے۔ مرد اور عورت دنیا کی آباد کاری میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ ہر ایک اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے۔ دین کے عام معاملات میں بھی عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ذمہ داری کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مردوں ہی کی طرح عورتوں کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی۔ مردوں ہی کی مانند عورتوں سے بھی بیعت لی تھی۔ آپ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بھی امام تھے۔ مردوں ہی کی مثل عورتوں کو بھی دین کی باتیں سمجھاتے تھے۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی رسول اللہ ﷺ کے روبرو اپنی رائے کا آزادانہ اظہار کرتی تھیں۔ آپ

مردوں ہی کی طرح عورتوں کا مشورہ بھی قبول کیا کرتے تھے۔''

اریج نے قطع کلامی کی اور حیران ہو کر کہا: ''ارے ارے! کیا واقعی! کیا رسول اللہ ﷺ خواتین سے بھی رائے لیتے تھے؟ واہ! بڑی عجیب بات ہے! ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں بھی خواتین کی رائے تسلیم کر لیتے تھے؟''

''ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔'' سارہ نے جواب دیا۔ ''تم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ نہیں سنا، جس میں انھوں نے ایک بڑی مشکل کا آسان حل بتا دیا تھا؟ دنیا تو عورت کے حقِ رائے دہی کا آج اعتراف کر رہی ہے جبکہ یہ واقعہ صدیوں پرانا ہے۔''

''کیا واقعہ ہے وہ؟'' اریج نے بے چینی سے پوچھا۔

سارہ کہنے لگی: ''فتح مکہ سے پہلے کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کے جلو میں عمرہ کرنے مکہ روانہ ہوئے۔ تب مکہ میں قریش کا طوطی بولتا تھا۔ وہ جسے چاہتے مکہ میں آنے دیتے اور جسے چاہتے روک دیتے۔ مسلمان لڑنے تو آئے نہیں تھے۔ وہ بیچارے تو دوسرے لوگوں کی طرح عمرہ کرنے آئے تھے۔ قریش نے انھیں مکہ میں داخلے سے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے تو سوچا کہ بزور شہر میں جا گھسیں، پھر اس ارادے سے باز رہے اور صلح کا پیمان باندھنا چاہا۔ قریش نے معاہدے کی شرائط طے کرنے کئی آدمی بھیجے لیکن کام نہ بنا۔ آخر سہیل بن عمرو صلح کی بات چیت کرنے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا: ''لکھو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔''

سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا: ''واللہ! الرحمٰن کو میں نہیں جانتا کہ کون ہے۔

تم باسمك اللّٰهم لکھو۔''

مسلمانوں کو طیش آیا۔ بولے: ''واللہ! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''چلو، باسمك اللّٰهم ہی لکھ دو۔''

پھر فرمایا: ''اب لکھو، یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کا معاہدہ کیا۔''

سہیل بن عمرو اس بار بھی آڑے آیا۔ بولا: ''ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ میں آنے سے روکتے نہ آپ سے لڑائی کرتے۔''

اور کاتب سے کہا: ''تم محمد بن عبداللہ لکھو۔''

آپ نے فرمایا: ''ہر چند تم جھٹلاتے ہو، اللہ کی قسم! میں بلا شبہ اللہ کا رسول
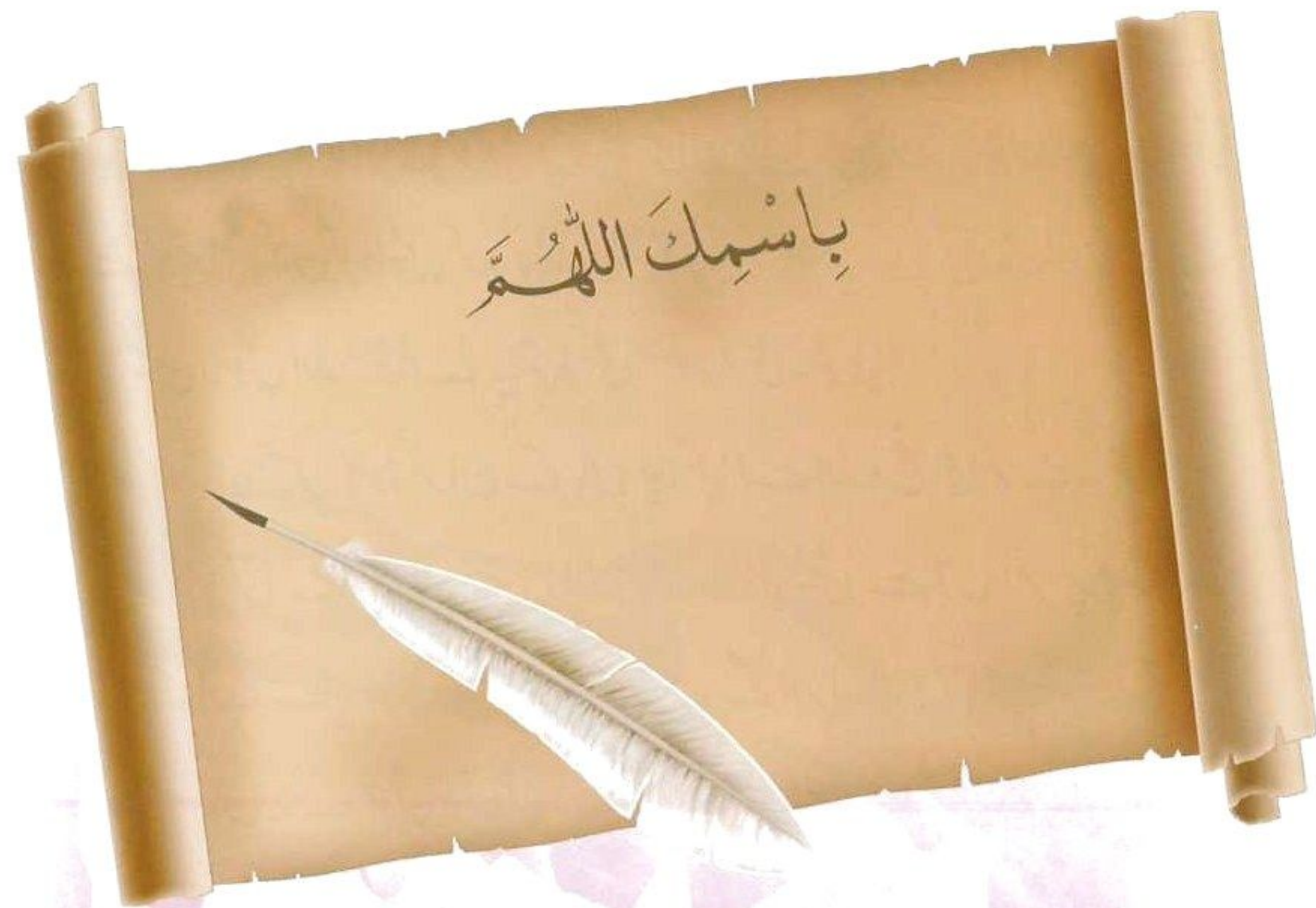
ہی ہوں۔"

کاتب سے فرمایا: "اچھا، محمد بن عبداللہ لکھ دو۔"

اس کے بعد فرمایا: "اب لکھو، شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے ہٹ جائیں گے تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر سکیں۔"

سہیل بن عمرو نے کہا: "اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا۔ عرب کیا کہیں گے کہ ہم دباؤ میں آگئے۔ یہ کام آپ اگلے برس کر لیجیے گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو کی یہ بات تسلیم کر لی اور کاتب کو اسی طرح لکھوا دی۔ سہیل بن عمرو نے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ مکہ سے جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ آگیا اسے مکہ لوٹا دیا جائے گا۔ ہاں جو آدمی مدینہ سے مرتد ہو کر مکہ آگیا اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اسے مدینہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں نے حیران ہو کر کہا: "ارے! جو آدمی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آجائے اسے ہم کافروں کو لوٹا دیں؟ سبحان اللہ! جو شخص مسلمان ہو کر چلا آیا اسے کیونکر مشرکین کو واپس کر دیں گے؟"

لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط بھی منظور کر لی۔ فرمایا:

"جو شخص ہمیں چھوڑ کر ان کے ہاں چلا گیا اسے اللہ دفع ہی کرے۔"

معاہدۂ صلح طے پا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے اس امر پر مصالحت کر لی کہ اب کے مسلمان مدینہ لوٹ جائیں گے اور اگلے برس عمرہ کرنے آئیں گے۔ مسلمان بڑے جوش وخروش سے عمرے کا احرام باندھ کر آئے تھے۔ لیکن یہ

کیا! قریش نے انھیں یوں آسانی سے روک دیا۔ غم واندوہ نے ان کے دلوں پر قبضہ جما لیا۔

رسول اللہ ﷺ تحریر معاہدہ کی ضروری کارروائی سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور ذبح کر ڈالیں اور سر منڈا لیں۔ لیکن کسی ایک آدمی نے بھی جنبش نہ کی۔ مارے غم کے سب چپکے بیٹھے رہے۔ انھیں امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس فیصلے پر دوبارہ غور فرمائیں گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ اٹل تھا۔ آپ نے دوبارہ وہی حکم دیا۔ کوئی نہ اٹھا۔ آپ برافروختہ ہو کر ام سلمہ ؓ کے خیمے میں چلے گئے اور انھیں بتایا کہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہوں لیکن وہ مانتے نہیں۔

ام سلمہ ؓ بولیں: "اللہ کے نبی! آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان آپ کا حکم مانیں تو خاموشی سے جائیے۔ ایک لفظ نہ کہیے اور اپنا قربانی کا جانور ذبح کر دیجیے، پھر حجام کو بلا کر سر منڈا لیجیے۔"

رسول اللہ ﷺ خاموشی سے گئے۔ اپنی قربانی ذبح کی اور حجام کو بلوا کر سر منڈا دیا۔ مسلمانوں نے یہ منظر دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور آن کی آن

میں جانور ذبح کر کے سر منڈا دیے۔ [2]

دیکھو، اکیلی عورت کو اپنے آپ پر کتنا اعتماد اور اپنی رائے پر کس قدر بھروسا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا بلکہ پورے اعتماد سے اظہار رائے کیا۔ لوگوں نے بھی اس کی رائے کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنایا۔

اریج کہہ اٹھی: ''ہاں، واللہ! کمال کی بات ہے۔''

مساوات

سارہ نے بات کا سلسلہ جوڑا اور کہا: ''تو میں کہہ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو ہر معاملے میں برابر کی حیثیت دی ہے۔ تاہم جہاں مرد و عورت کی فطرت نے فرق کا تقاضا کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے فرق بھی روا رکھا ہے۔ بیعت کے معاملے میں مرد وعورت دونوں کا ذکر کیا ہے۔ گھر کی ذمہ داری بھی دونوں پر یکساں ڈالی ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق مرد وعورت دونوں گھر کے ذمہ دار ہیں اور اپنی اپنی ذمہ داری کے متعلق دونوں ہی سے جواب طلب کیا جائے گا۔ عبادات اور شرعی احکامات کی بجا آوری میں بھی مرد وعورت دونوں برابر ہیں۔

پانچوں نمازیں، رمضان کے روزے، زکاۃ اور حج مرد و عورت دونوں پر واجب ہیں، البتہ ایامِ حیض کے دوران میں عورت کی فطرت نے آسانی اور تخفیف کا تقاضا کیا تو اللہ تعالیٰ نے نماز اور روزوں میں تخفیف کر دی۔ مرد و عورت دونوں پر دنیا کی آباد کاری کا فریضہ عائد کیا اور دونوں ہی کو طلبِ رزق کے سلسلے میں محنت اور جدوجہد کرنے کا حکم دیا۔ مرد اور عورت دونوں اللہ اور اس

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

نہیں ضائع کروں گا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم میں سے مرد (ہو) یا عورت

(آل عمران: 195)

کے رسول ﷺ کی اطاعت پر مامور ہیں۔ بعض صالح خواتین نے تو اس سلسلے میں بڑی نادر مثالیں قائم کی ہیں۔

کارنامے

سارہ بتانے لگی: ''ایک بہن نے جو لڑکیوں کے حفظ القرآن کے مدرسے کی انچارج ہے، مجھے بتایا کہ جب ہم نے مدرسے کا آغاز کیا تو مدرسے کی عمارت سڑک سے کچھ اونچی تھی۔ چند سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنا پڑتا تھا۔ داخلے شروع ہوئے تو پہلے دن ایک بڑی بوڑھی عورت داخلہ لینے آئی۔ وہ ویل چیئر پر سوار تھی جسے اس کی بیٹی دھکیل رہی تھی۔ ویل چیئر سیڑھیوں پر پہنچی تو بڑھیا نے ایک نظر بیٹی کو دیکھا اور دوسری سیڑھیوں پر ڈالی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کرسی سے اتری اور گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئی۔ داخلے کے لیے نام درج کرایا اور دوبارہ گھسٹ کر ہی واپس گئی۔

میں نے ایک باہمت لڑکی کے بارے میں بھی سنا ہے۔ اسے ایک خطرناک حادثہ پیش آیا تھا جس کے نتیجے میں وہ بستر کی ہو کر رہ گئی۔ اس کا بدن پھوڑوں سے بھر گیا۔ پندرہ سال سے یہ کیفیت ہے۔ جسم تو مردہ ہو چکا لیکن ذہن زندہ

ہے۔ دل ایمان اور امنگوں سے بھرپور ہے۔ اس نے سوچا اسے اسلام کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے گھر کو ضرورت مند افراد کی مدد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ گھر کا آنگن صدقات و خیرات کی اشیاء سے بھرا رہتا ہے۔ وہ اشیاء بڑی احتیاط سے ضرورت مند افراد تک پہنچا دیتی ہے۔ یوں کتنے ہی گھروں کے بجھے چولھے جل اٹھتے ہیں۔ کتنے ہی خاندانوں کی سفید پوشی کا بھرم رہ جاتا ہے اور کتنے ہی مریض علاج کے بعد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

اشیائے ضرورت کے ہمراہ وہ مفید کتابیں اور کیسٹ بھی بھیج دیتی ہے۔ اسے یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ لوگ یہ کتابیں پڑھتے اور کیسٹ سنتے ہیں کہ نہیں، چنانچہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتی اور پوچھ پاچھ کرتی رہتی ہے۔

خواتین کے قریبی حلقوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ رفاہی اداروں سے رابطے میں رہتی ہے۔ ان کے ذریعے سے شادی کے انتظار میں گھروں میں بیٹھی مایوس لڑکیوں کی شادیاں کراتی ہے۔ ازدواجی زندگی کی مشکلات دور کرنے میں خواتین کی مدد کرتی ہے۔ واللہ! وہ تو بڑی عجیب وغریب خاتون ہے۔''

اریج کے لیے یہ باتیں بڑی دلچسپی اور حیرت کا باعث تھیں۔ باتوں کے دوران اس کے ذہن میں وہ آوازیں گونجتی رہیں جنھیں وہ بار بار سن چکی تھی کہ مرد وعورت کے درمیان مساوات ہونی چاہیے۔ عورت بیچاری تو مظلوم ہے۔ مردوں کے اس معاشرے میں اس کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ وہ پرواز کرنے کی کوشش

کرتی ہے لیکن اس کے پر کاٹ دیے جاتے ہیں۔

اریج نے بے ساختہ داد دی: ''واہ واہ، بہت خوب۔''

سارہ نے بات جاری رکھی اور کہا: ''یہاں ایک نکتے کی بات ہے۔ اور وہ یہ کہ ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ﴾ (اے لوگو) کی ترکیب بنا کسی قید کے مطلق طور پر استعمال کی جائے تو کتاب و سنت میں اس سے مرد اور عورت دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں بیس سے زائد جگہیں ہیں جہاں مرد اور عورت دونوں کو یا أَیُّهَا النَّاسُ کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ یا أَیُّهَا النَّاسُ کی ترکیب سے مرد و عورت دونوں مراد ہیں، اس کی دلیل کے طور پر ایک واقعہ سنو۔

امی جان ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک دن گھر میں بیٹھی خادمہ سے کنگھی پٹی کرا رہی تھیں۔ گھر مسجد نبوی سے متصل تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں کو پکارا: أَیُّهَا النَّاسُ. ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے کہا: ''ٹھہرو۔'' اور خود مسجد کا رخ کیا۔ خادمہ کہنے لگی: ''رسول اللہ ﷺ نے تو مردوں کو پکارا ہے، عورتوں کو نہیں۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''میں الناس (لوگوں) میں شامل ہوں۔'' [3]

اریج بولی: ''اچھا، سارہ! میں ایک سوال کر سکتی ہوں؟''

سارہ نے جلدی سے کہا: ''مساوات کا موضوع ختم ہونے کو ہے۔ تم ایک منٹ رکو۔''

''مرد و عورت جس طرح فرائض و واجبات کی ادائیگی میں برابر ہیں بالکل اسی طرح جزا و سزا کے معاملے میں بھی دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''جس نے بھی نیک عمل کیا، کوئی مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور یقیناً ہم انھیں ان کا اجر ضرور بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [4]

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ﴾

''تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل بالکل ضائع نہیں کروں گا، کوئی مرد ہو یا عورت۔'' [5]

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝﴾

''اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے

نقطے کے برابر بھی ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' [6]

فضائل اعمال کے موضوع پر جتنی احادیث آئی ہیں وہ مسلمان مرد و عورت دونوں کے لیے ہیں۔

«مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ»

''جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا اس کے لیے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا گیا۔'' [7]

یہ ثواب مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے گی تو اسے بھی مرد ہی کی طرح اجر وثواب ملے گا۔

«مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ.»

''جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ کے لیے فرائض کے علاوہ بارہ رکعت نفل ادا کرتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔'' [8]

یہ جزائے خیر بھی مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ فعلِ بد کی سزا کے اعتبار سے بھی مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنے کی پاداش میں مرد و عورت دونوں کی سزا ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾

''زانیہ اور زانی، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔'' [9]

چوری کی سزا کے متعلق فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾

''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔'' [10]

شرک اور منافقت کی سزا مقرر کی اور فرمایا:

﴿لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾

''تاکہ اللہ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو سخت عذاب دے اور (تاکہ) اللہ مومن مردوں پر اور مومن عورتوں پر توجہ فرمائے اور اللہ ہمیشہ سے بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔'' [11]

انسان کی قدر و قیمت بیان کی تو مرد و عورت دونوں ہی کو قابلِ صد تکریم قرار دیا۔ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی آدم کا بڑا اکرام کیا اور ہم نے انھیں بحر و بر میں سوار کیا اور ہم نے انھیں پاکیزہ اشیاء سے رزق دیا اور ہم نے انھیں ان میں سے جن کو ہم نے تخلیق کیا، بہتوں پر بڑی فضیلت دی۔''[12]

مسلمان کی بے عزتی کرنا حرام قرار دیا تو بھی مرد و عورت دونوں کا یکساں طور پر ذکر کیا۔ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورتیں دوسری عورتوں سے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔''[13]

أَكْرَمُكُمْ أَتْقَاكُمْ

اریج پوری یکسوئی سے سارہ کی باتیں سن رہی تھی۔ سارہ کی جوشیلی تقریر بڑی روانی سے جاری تھی۔ اس نے کہا: ''یہ لوگ ربِّ عادل کو ظالم سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ ربِّ عادل کے نازل کردہ دین پر الزام دھرتے ہیں کہ اس نے عورت کے حقوق

غصب کیے ہیں۔''

پھر سارہ نے کسی پختہ کار عالم کی طرح پورے اعتماد سے کہا: ''مرد و عورت کی ایک دوسرے پر برتری کا واحد معیار تقویٰ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾

''بلاشبہ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔''[14]

بالکل تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے، نہ وہ جو قوی ہیکل ہے، نہ وہ جو بڑا مال دار ہے اور نہ وہ جو بڑا مرد ہے۔ نہیں بلکہ وہ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اریج جو سارہ کی باتوں سے متاثر نظر آرہی تھی، بولی: ''کاش! وہ بہت سی خواتین جو عورت کے حقوق اور آزادیِ نسواں کے نام نہاد نعروں سے دھوکا کھا رہی ہیں، ان باتوں کو سمجھ جائیں۔ کاش! انھیں ادراک ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کی ان سے دشمنی نہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور تقویٰ کے میدان میں مردوں سے آگے نکل سکتی ہیں۔''

سارہ نے کہا: ”بالکل درست، میں تمھیں ایک اور بات بتاتی ہوں۔ ازدواجی زندگی کے معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کی عزت نفس کا خیال رکھا ہے۔

فرمایا: ﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾

”اور دستور کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے اُن پر حق ہے۔“ [15]

حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟“ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”جب وہ خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے اور جب خود پہنے تو بیوی کو بھی پہنائے۔“ [16]

ایک اور موقع پر فرمایا: ”آگاہ رہو۔ اپنی عورتوں پر تمھارا حق ہے اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔“ [17]

اللہ تعالیٰ نے والدین (مرد و عورت) کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ عورت

(والدہ) کا حق اس سلسلے میں پھر بھی زیادہ رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ﴾

”ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کی۔“ [18]

اس کے بعد والدہ (عورت) کے ذکر سے بات کا آغاز کیا۔

صحیحین کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”لوگوں میں میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟“

فرمایا: ”تمھاری والدہ، تمھاری والدہ، تمھاری والدہ، پھر تمھارا والد۔“ [19]

مہوش سرخ پتلون میں

گرما گرم بحث جاری تھی کہ اریج کی بہن مہوش اریج کو ڈھونڈتی ادھر آنکلی۔ مہوش نے جو برقع اوڑھ رکھا تھا وہ بہت تنگ تھا اور اس کے جسمانی نقوش واضح کر رہا تھا۔ وہ چلتی تو لہراتے برقع سے سرخ پتلون نظر آتی تھی۔ یوں لوگوں کی نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

مہوش پہلے تو اریج کو یہاں بیٹھے دیکھ کر حیران ہوئی، پھر سلام کیا، سارہ سے ہاتھ ملانے کے بعد اس کا نام پوچھا اور گفتگو سننے وہیں بیٹھ گئی۔

اسلام میں عورت کے حقوق کے متعلق خوب باتیں ہو رہی تھیں۔ مہوش سے نہ رہا گیا۔ وہ بڑے جوش سے گویا ہوئی: ”سارہ! بھئی دیکھو، صاف صاف بات ہے۔ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ ذہین ہوتی اور زیادہ کامیاب طریقے سے

زندگی گزارتی ہیں۔تم اور تمھارے جیسی دیگر لڑکیاں آخر مرد وعورت کے درمیان تفریق کیوں ڈالنا چاہتی ہیں اور دونوں کے لیے الگ الگ میدانِ عمل کیوں مقرر کرنا چاہتی ہیں۔ یہ کیا تم لوگوں نے مرد مرد کی رٹ لگا رکھی ہوتی ہے؟''

سارہ ہنس پڑی اور بولی: ''ہم تو عورت عورت کی رٹ بھی لگاتے ہیں۔''

اس نے مہوش کو مخاطب کر کے کہا: ''دیکھو مہوش! اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں جسمانی ساخت اور فطری روحانی کیفیات کے لحاظ سے فرق رکھا ہے۔ مرد عورت کے مقابلے میں جسمانی اعتبار سے مضبوط اور جذباتی اعتبار سے کمزور واقع ہوا ہے۔ مرد کے برعکس عورت کے جذبات قوی اور جسم کمزور ہوتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کا فطری تقاضا ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر ایک اپنی

صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔''

مہوش نے استفسار کیا: ''وہ کیسے؟''

سارہ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''عورت کو خاص جسمانی عوارض لاحق ہوتے ہیں۔ اسے ہر ماہ چند مخصوص ایام سے گزرنا پڑتا ہے۔ حمل کے مصائب اٹھانے پڑتے ہیں۔ ولادت کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ شیر خوار بچوں کو دودھ پلانا ہوتا ہے۔ ان کی پرورش کرنی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا جو دل کے قریب ہوتی ہے۔ مرد کو خاندان، بیوی اور بچوں کے تحفظ اور نان ونفقہ کا ذمہ دار بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو زمین کی مٹی سے فطری طور پر سخت کوش پیدا کیا گیا۔ تخلیقی تفاوت ہی کے باعث جسمانی و

جذباتی صلاحیتوں اور قوتوں میں اختلاف واقع ہوا۔ اسی اختلاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند ایک شرعی احکامات میں بھی مرد و عورت کا فرق روا رکھا گیا۔ مرد میں اللہ تعالیٰ نے جو جسمانی قوت پیدا کی ہے اس کے سبب وہ گھر سے باہر کی زندگی میں پیش آمدہ مشکلات و مسائل کا بخوبی مقابلہ کر سکتا ہے، چنانچہ اسے اہل خانہ کے لیے طلب رزق کی ذمہ داری سونپی گئی۔

جذباتی رجحان کے باعث عورت میں چھوٹے بچوں کی پرورش اور گھر کی اندرونی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت مرد کی نسبت زیادہ ہے، چنانچہ اسے گھر کے اندرونی معاملات کا نگران بنایا گیا۔ مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ نے عورت ہوتے ہوئے بھی اس حقیقت کو جان لیا اور کہا تھا:

﴿ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۚ ﴾

''اور مرد عورت کی طرح نہیں ہوتا۔'' [20]

شاید سارہ کی باتیں مہوش کو مکمل طور پر مطمئن نہیں کر سکی تھیں، اس لیے سارہ نے مہوش کی طرف دیکھ کر کہا: ''مہوش! فرض کرو تم اسکول کی استانی ہو اور اسکول

میں پارٹی کرنا چاہتی ہو۔ تمھیں پارٹی روم کو سجانے سنوارنے کے لیے کئی کام کرنے پڑتے ہیں۔ کمرے کی صفائی ستھرائی، چارٹ لکھنا، نوٹس بورڈ پر نوٹس لگانا، تختۂ تحریر کی صفائی اور سپاس نامے کی تیاری وغیرہ۔ تمھاری کلاس میں مختلف صلاحیتوں کی حامل بیس طالبات ہیں۔ ان میں موٹی، ہلکی پھلکی، فصیح اللسان، جرأت مند اور شرمیلی ہر طرح کی طالبات موجود ہیں۔ کرسی یا سیڑھی پر کھڑے ہو کر چارٹ اور نوٹس لگانے کا کام تم کس طالبہ سے لوگی؟ کسی موٹی طالبہ سے نا؟''

''بالکل نہیں۔'' مہوش نے مسکرا کر کہا۔ ''بلکہ ہلکی پھلکی طالبہ سے یہ کام لوں گی۔''

''اور صفائی کے لیے کس طالبہ کا انتخاب کرو گی؟ فصیح اللسان اور جرأت مند طالبہ کا نا؟'' سارہ کا اگلا سوال تھا۔

''ہرگز نہیں۔'' مہوش نے فوراً کہا۔ ''فصیح اللسان طالبہ کو تو میں سپاس نامہ پیش کرنے پر لگاؤں گی۔''

''اچھا، تمھاری اس تقسیم کار سے کوئی طالبہ ناانصافی کا شکار تو نہیں ہو گی؟''

''نہیں، بالکل نہیں۔ ان سب کے کام اہم ہوں گے جو امدادِ باہمی اور تعاون سے تکمیل پائیں گے۔'' مہوش نے جواب دیا۔

اس پر سارہ نے کہا: ''اچھا، موٹی لڑکی احتجاج پر اتر آئے کہ میں یہ کام نہیں کروں گی۔ شرمیلی بھی اعتراض کرے۔ ہلکی پھلکی لڑکی بھی کام کرنے پر راضی نہ ہو اور اچھا بولنے والی جرأت مند لڑکی سپاس نامہ پیش کرنے سے انکار

کر دے تو؟''

''تو میں ان کے اعتراضات قبول نہیں کروں گی۔'' مہوش نے بے اختیار کہا۔''اس لیے کہ ہرلڑکی کو وہی کام سونپا گیا تھا جو اس کے مزاج سے میل کھاتا ہے۔کسی ناانصافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

سارہ مطلوبہ نتیجے پر پہنچ چکی تھی۔ اس نے کہا:''اسی طرح مرد و عورت دونوں کو ان کے مزاج کے مطابق مختلف کام سونپ دیے گئے ہیں تو تمھیں اس پر اعتراض کیوں ہے؟''

اریج جو مہوش ہی کی طرح سوچتی تھی، فوراً بولی:''سارہ! تو کیا عورت کے لیے گھر سے نکلنا حرام ہے؟''

سارہ نے قدرے تعجب سے کہا:''نہیں تو، بالکل حرام نہیں۔ میں نے یہ کب کہا کہ عورت کے لیے گھر سے باہر قدم رکھنا حرام ہے۔''

اریج بول پڑی:''مردوں کے کرنے کے چند کام ایسے بھی ہیں جنھیں عورت بحسن و خوبی انجام دے سکتی ہے۔بلکہ بعض اوقات مرد سے بھی بہتر طور پر کرسکتی ہے۔''

سارہ بولی:''یہ بات درست ہے۔ میں تم سے اتفاق کرتی ہوں۔لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ ٹائروں کی کسی دکان پر تم کسی عورت کو گاڑیوں اور ٹرکوں کے ٹائر اتارتے چڑھاتے دیکھو گی تو تمھیں کیسا لگے گا؟ تمھیں کوئی عورت سیوریج کے غلیظ گٹروں میں اتر کر انھیں صاف کرتی نظر آئے گی تو تم کیا محسوس کرو گی؟ بلکہ تم روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے کسی عورت کو کرین چلاتے، خراب گاڑیوں کو اٹھانے والا

لفٹر کھینچتے، کنویں کھودتے، پل بناتے اور سیمنٹ کے تھیلے ڈھوتے دیکھو گی تو کیا تمھیں عجیب نہیں لگے گا؟''

سارہ کی مثالیں سن کر اریج اور مہوش جو زوردار قہقہہ دبائے بیٹھی تھیں، کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

یہ بات تو بڑی واضح تھی۔ ہر عقل مند انسان چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، یہ بات سمجھتا ہے کہ یہ کام عورت کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے۔ عورت خدانخواستہ ان کاموں میں پڑ جائے تو رفتہ رفتہ اپنی ملائمت، جاذبیت اور نسوانیت کھو دیتی ہے۔ جلد سخت اور کھردری ہونے لگتی ہے۔ ٹانگوں اور بازوؤں کی مچھلیاں ابھر آتی ہیں اور قدرتی رنگت تبدیل ہو جاتی ہے۔
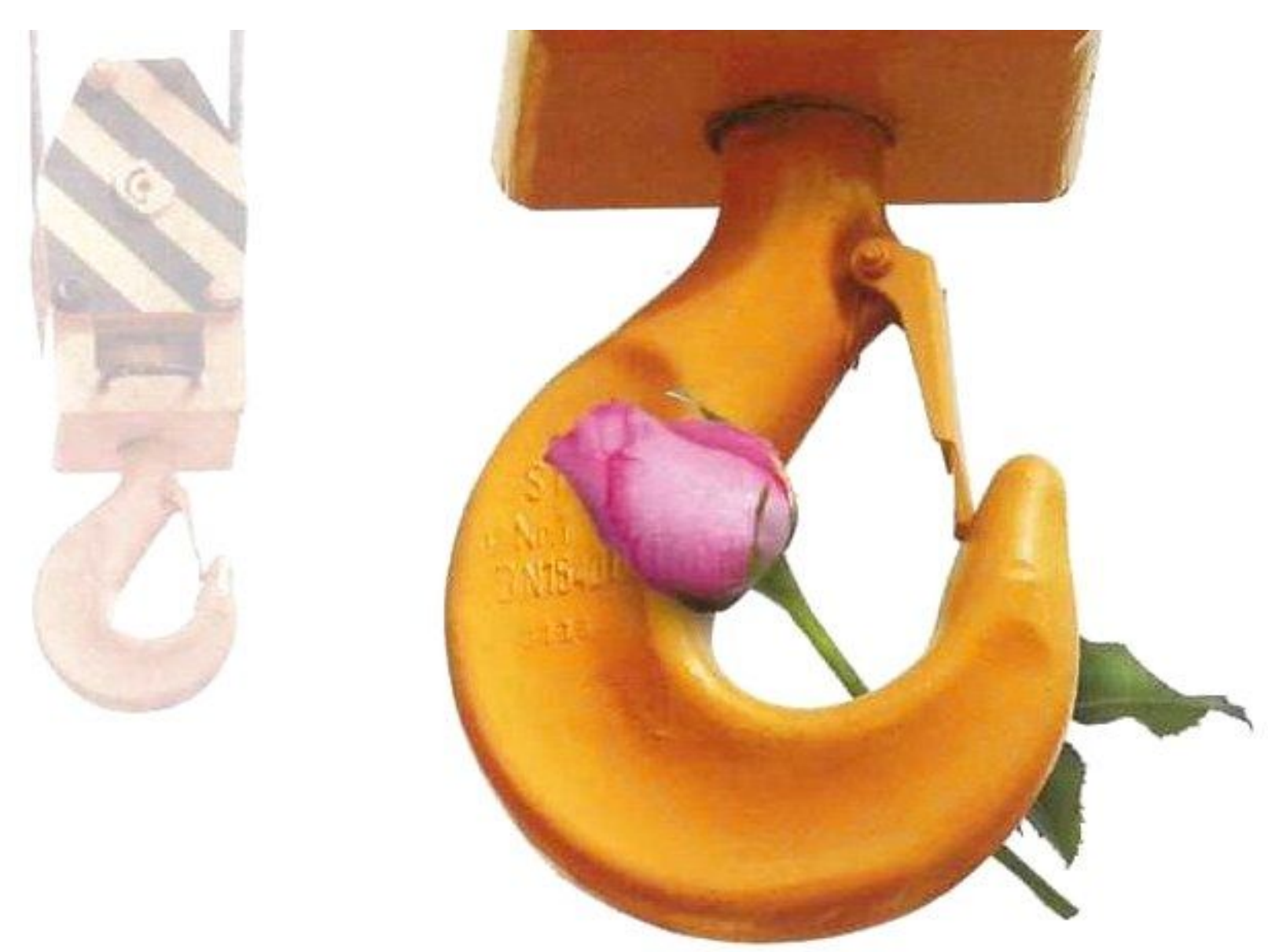
سارہ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ''اس کے بالمقابل ایسے مرد کا تصور کیجیے جو گھر میں بیٹھ کر ننھے کے لیے دودھ تیار کرتا ہے، پھر اسے گود میں لے کر دودھ پلاتا ہے۔ بچہ روتا ہے تو اسے کھلونوں سے کھلاتا اور گیت سنا کر بہلاتا ہے۔ رات کو گھر میں چور آجاتا ہے تو وہ چور سے نمٹنے کے لیے بیوی کو بیدار کرتا ہے اور خود بچوں کے ساتھ چیخ پکار کرتا ہے۔''

اریج کھلکھلا کر ہنسی اور کہنے لگی: ''چیخنا پکارنا تو عورت کو چاہیے۔ مرد کو چور سے دو دو ہاتھ کرنے چاہئیں۔''

سارہ فوراً بولی: ''کیوں؟ مساوات کا سوال ہے بھئی۔ مرد و عورت دونوں چور سے نمٹ سکتے ہیں، پھر مرد ہی یہ ذمہ داری کیوں اٹھائے؟''

مہوش بھی بول پڑی: ''بھئی! بڑی عجیب بات ہے، یعنی مرد بچے کا دودھ تیار کرے، اسے گود میں لے کر دودھ پلائے اور سلائے۔ اس کے علاوہ عورتوں والے سارے کام کرے۔ تو پھر باقی کیا بچتا ہے۔ یہی نا کہ وہ بچہ بھی خود ہی جنے۔''

اب ہنسنے کی باری سارہ کی تھی۔

فرق کیوں

سارہ کہنے لگی: ''اب میں مرد و عورت کے فطری اور تخلیقی فرق کے بعض نمایاں پہلو دوبارہ بیان کرتی ہوں۔ اسلام نے عورت کو گھر کی مالکن بنایا ہے، چنانچہ مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی، بیٹی اور والدہ وغیرہ کے نان و نفقہ کا انتظام و انصرام کرے۔ مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورت کو روٹی، کپڑا، مکان، لباس اور علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنے میں کوتاہی کا مظاہرہ کرے۔ مرد ہی پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ عورت کی عزت و عصمت کے تحفظ کو یقینی بنائے اور اس پر آنچ نہ آنے دے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ جو اپنی عزت کی خاطر قتل ہوا وہ شہید ہے۔[21] یوں مرد عورت کے نان و نفقہ اور اس کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل فرمان کا بھی یہی مطلب ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے اموال سے خرچ کیا۔''[22]

وجہ یہی ہے کہ گھر کے دفاع اور اس کی سرپرستی کا کام مرد کی فطرت سے میل کھاتا ہے۔ مرد بیرونی محاذ پر برسرپیکار ہوتا ہے اور عورت اندرونی محاذ پر۔ یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر عائد کردہ چند فرائض کو عورتوں پر سے ساقط

کیا ہے۔ مثال کے طور پر جہاد کرنا اور جمعہ اور نمازِ باجماعت کے لیے ہر حال میں مسجد میں حاضر ہونا مردوں پر واجب ہے۔

''لیکن سارہ۔'' اریج نے قطع کلامی کی۔ ''فرق کے بعض پہلو اور بھی ہیں۔ وراثت میں عورت کا حصہ مرد سے آدھا کیوں ہے؟ کیا اس طرح مرد و عورت میں تفریق نہیں ڈال دی گئی؟''

''نہیں۔'' سارہ نے جواب دیا۔ ''اللہ تعالیٰ حاکمِ عادل ہے۔ وہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بندوں کے نفع ونقصان کو ان سے زیادہ اور بخوبی جانتا ہے۔ فرض کیجیے ایک آدمی فوت ہوا اور اس نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ترکے میں چھوڑے۔ ورثاء میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ ترکے میں سے بیٹے اور بیٹی کو کتنا ملے گا؟''

''بیٹی کو غالباً پچاس ہزار ملیں گے اور بیٹے کو ایک لاکھ۔'' اریج نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

''بالکل درست۔'' سارہ نے کہا۔ ''ایک سال کے بعد بیٹی کی شادی ہوگئی اور اسے پچاس ہزار روپے حق مہر کے طور پر ملے۔ اب اس کے پاس کتنے روپے ہوگئے؟''

''ایک لاکھ۔'' اریج نے فوراً جواب دیا۔

''شادی پر تحفے تحائف بھی ملتے ہی ہیں۔ بیٹی کو شادی پر بیس ہزار کے تحفے ملے۔ اب اس کے پاس کتنے پیسے ہوگئے؟''

''ایک لاکھ بیس ہزار۔'' اریج نے بلا تامل کہا۔

''ادھر اس کے شوہر نے گھر خریدا۔ گھر میں سامان ڈالا۔ سفر اور ولیمے وغیرہ کا خرچ برداشت کیا۔ بیٹے نے شادی کی تو حق مہر میں دُلہن کو پچاس ہزار روپے دیے، پھر اس نے ساٹھ ہزار روپے میں گھر کا سامان خریدا اور شادی کے دیگر اخراجات کیے۔ باقی کیا بچا؟'' سارہ نے سوال کیا۔

''وہ تو الٹا دس ہزار کا مقروض ہوگیا۔'' اریج نے مسکرا کر جواب دیا۔

''اس کے بعد گھر چلانا، بچوں کی پڑھائی کا خرچ اور بیوی کا نان ونفقہ وغیرہ بیٹے کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ تمام اخراجات عورت کو نہیں کرنے پڑیں گے۔ دوسری طرف بیٹی نے اپنے ایک لاکھ کاروبار میں لگا دیے۔ شوہر اس کے اور اولاد کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے۔ مطلب یہ کہ مرد کو روپے کے ذریعے سے جو حقوق ادا کرنے پڑتے ہیں وہ ان حقوق سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں جو عورت کو روپے کے ذریعے سے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ آدمی کے روپے کا بڑا حصہ تو خود عورت ہی پر خرچ ہوتا ہے، چنانچہ بات وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے کہہ دی کہ

﴿ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ ''یقیناً تیرا رب بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے۔''[23] رب تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت سے بھرپور ہے اور وہ بندوں کی ضروریات سے بخوبی آگاہ ہے۔''

سارہ کی گفتگو اریج اور مہوش کو طمانیت کا بھرپور احساس دلا رہی تھی۔ وہ دونوں رب جلیل کی حکمت پر غور کرنے لگیں کہ اس کا دین کیسا عادلانہ اور منصفانہ ہے۔

﴿ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾

''بے شک تیرا رب بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے۔''[24]

سارہ نے کہا: ''دراصل ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہوجانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں کو مرد سے خاص رکھا ہے اور بعض کو عورت سے۔ اس کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ اس کی تقسیم پر عدم اعتماد کا اظہار کرکے انسان دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ ﴾

''اور اس شے کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو

انھوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل سے (حصہ) مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر شے کا خوب علم رکھنے والا ہے۔''[25]

یوں اللہ تعالیٰ نے تو محض تمنا کرنے سے بھی روک دیا۔ جو آدمی اس سے آگے بڑھ کر مرد و عورت کے شرعی فرق کا انکار کرتا اور مرد و عورت کے درمیان ان اشیاء میں مساوات کا مطالبہ کرتا ہے جن میں مساوات ممکن نہیں تو اس کا کیا کیا جائے؟ مرد و عورت کے فطری و تخلیقی فرق کے باوجود تمام احکامات و عبادات میں مساوات قائم کردی جاتی تو یہ مرد و عورت دونوں پر ظلم ہوتا۔

لباسِ تقویٰ

اس پر مہوش نے کہا: ''شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کو ستر و حجاب کا حکم دیا ہے اور مرد جو چاہے پہنے۔''

''نہیں یہ درست نہیں۔'' سارہ نے ٹوکا۔ ''مرد جو چاہے نہیں پہن سکتا۔''

''کیسے؟'' مہوش نے حیران ہوکر پوچھا۔

سارہ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا: ''ستر و حجاب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ بیوی کے سوا ہر ایک سے چھپائے۔ شریعت نے دس سال سے بڑے بچوں کو اکٹھا سلانے

سے منع کر دیا ہے۔ دورِ جاہلیت میں عرب برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم ان کپڑوں میں طواف کیوں کریں جن میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نو ہجری میں فرمان جاری کر دیا تھا کہ کوئی آدمی یا عورت برہنہ ہوکر کعبہ کا طواف نہ کرے۔[26] برہنہ ہو کر نماز پڑھنا تنہائی اور رات کے اندھیروں میں بھی جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تنہائی میں بھی برہنہ ہونے سے منع کر دیا ہے۔ فرمایا: ''اللہ کا حق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔''[27] حج کے دوران احرام میں بھی مرد وعورت کے درمیان واضح فرق رکھا گیا ہے۔ اسلام نے مردوں کو لباس، حلیے، چال ڈھال اور بول چال وغیرہ میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ مرد کو ٹخنوں سے نیچے تک کپڑا لٹکانے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ عورت کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے قدم چھپائے۔ یوں کہ یا تو کپڑا لمبا کرلے یا جرابیں پہن لے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ دوسروں کے ان اعضائے جسم پر نگاہ نہ ڈالیں جو قابل اخفا ہوتے ہیں اور اتفاقاً کھل جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کے بناؤ سنگار کو بھی قصداً دیکھنے سے منع کر دیا ہے۔ شریعت اسلامی نے ہر اس شے کو دیکھنا حرام قرار دیا ہے جو شہوت بھڑکائے۔ شریعت نے یہ بڑے سلیقے کی چیز بتائی ہے۔ یوں نفسِ انسانی کو حرام سے دور رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ عمومی حجاب سے متعلقہ امور ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت پر واجب ٹھہرایا ہے۔ عورت کا حجاب مرد سے زیادہ ضروری ہے کہ للچائی نظریں عورت کی طرف جلدی اٹھتی ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے عورت کو زینت

اور جسمانی حسن و جمال کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ جسمانی حسن و جمال میں چہرے کو اولیت حاصل ہے۔

گرما گرم بحث

اریج نے اعتراض کیا: ''لیکن پردے کے مسئلے میں تو علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ عورت اپنا پورا جسم ڈھانپ لے اور چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھے تو آخر حرج ہی کیا ہے؟''

سارہ نے اریج کی بات کا جواب دینے سے پہلے مذاقاً کہا: ''لگتا ہے ہمارے درمیان گرما گرم بحث ہونے والی ہے، اس لیے کہ یہی وہ نقطہ ہے جس پر بحث کرنے کے لیے میں تمھارے ساتھ بیٹھی ہوں۔''

''ہاں، ہاں۔ تو سمجھو میدان سج گیا۔'' اریج نے خوش ہوکر کہا۔ ''اور تم اطمینان رکھو۔ میں حق کی طلب گار ہوں۔ اطمینان بخش دلائل ملے تو بڑی آسانی

سے مان جاؤں گی۔''

سارہ نے بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا: ''عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ کتاب وسنت کے متعدد دلائل شریعت کے اس حکم پر روشنی ڈالتے ہیں۔ عہد نبوی میں مسلمان خواتین کا اسی حکم پر اتفاق وعمل رہا ہے۔ دورِ خلافت راشدہ میں بھی مسلمان خواتین اسی حکم پر عمل پیرا رہی ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تین فضیلت مآب صدیوں میں بھی مسلمان خواتین کا یہی طریقہ رہا ہے بلکہ چودھویں صدی ہجری کے نصف میں جب اسلامی خلافت زوال کا شکار ہوکر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گئی تھی، مسلمان خواتین چہرے کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ چہرہ کھلا رکھنے کا رجحان پچھلے چند ہی برسوں میں متعارف ہوا ہے۔''

''کیا واقعی؟'' اریج نے حیرت سے کہا۔ ''بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم یہ بات پورے اعتماد سے کہہ رہی ہو؟''

''ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔'' سارہ نے زور دے کر کہا۔ ''میں یہ بات ثابت کرسکتی ہوں۔''

''چہرہ کھلا رکھنے کا رجحان ہمیشہ سے موجود نہیں تھا۔'' سارہ نے بات جاری رکھی۔ ''مسلمان خواتین ہمیشہ سے چہرے کا پردہ کرتی آئی ہیں۔ علمائے کرام کی اکثریت نے یہ بات اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ مجھے ٹھیک طرح سے یاد تو نہیں، البتہ یہ تمام باتیں ایک کتابچے میں لکھی ہوئی ہیں۔ کتابچے میں خواتین کے لیے کئی سبق آموز باتیں، نصیحتیں اور ہدایات درج ہیں۔ چند کتابچے میں نے والدہ کو لا دیے تھے کہ نرسوں میں بانٹ دیں۔ میں دیکھتی ہوں، شاید

کتابچے کی ایک آدھ کاپی مل جائے۔''

سارہ گئی اور واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک کتابچہ تھا۔ اس نے بیٹھتے ہی پڑھنا شروع کیا:

''تیسری ہدایت: بعض خواتین چہرے کے پردے میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں، حالانکہ مسلمان خواتین برس ہا برس سے چہرے کا پردہ کرتی آئی ہیں۔ دورِ قدیم اور عصرِ حاضر کے متعدد علمائے کرام نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر (متوفی 852ھ) نے لکھا: ''قدیم و جدید زمانے میں خواتین کا معمول رہا ہے کہ وہ اجنبیوں سے چہرے کا پردہ کرتی ہیں۔ امام غزالی کا کہنا ہے کہ مردوں کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ چہرہ کھلا رکھتے ہیں اور عورتیں نقاب اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں۔'' [28]

مفسر ومحدث امام سیوطی (متوفی 911ھ) نے آیت:

﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ﴾ [29]

کی تفسیر میں لکھا کہ یہ آیت حجاب ہے جس کا اطلاق تمام خواتین پر ہوتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خواتین کے لیے سر اور چہرے کو چھپانا واجب ہے۔

ایک اہم بات اس ضمن میں یہ ہے کہ جو علماء اسلامیات پر کتابیں لکھتے رہے، انھوں نے خواتین کے چہرہ کھلا رکھنے کے مسئلے کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ نہ اس کی تفصیلات بیان کرنے میں وقت ضائع کیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمان

خواتین میں چہرہ کھلا رکھنے کا رجحان عام نہیں تھا، چنانچہ اسے خاص طور پر موضوعِ بحث بنانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

ترکی، مصر، تیونس اور شام کی قدیم تصاویر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان خواتین چہرے کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ یہ تصاویر قاسمی کی کتاب مکتبِ عنبر، احمد خالد کی کتاب الطاہر الحداد ومسئلة الحداثة اور 1919ء کے انقلاب مصر پر تحریر کی گئی ہر کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

سارہ کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اریج بول پڑی: ''بس سارہ! بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کے نزدیک حجاب کا مفہوم وہ نہ ہو جو ہمارے نزدیک ہے۔''

''نہیں، ایسی بات نہیں۔'' سارہ نے اریج کی بات مسترد کرتے ہوئے کہا۔ ''شرعی حجاب کیسے ہوتا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں، یہ باتیں معلوم ہیں۔ شرعی طور پر عورت کے حجاب کا مطلب یہ ہے کہ عورت پورا بدن ڈھانپے اور بناؤ سنگار (زینت) کو بھی چھپائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی تو فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ﴾

''اور وہ (خواتین) اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔'' [30]

''لیکن اللہ تعالیٰ نے اظہار زینت سے منع کرنے کے بعد یہ بھی تو فرمایا ہے:

﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾

''ہاں مگر وہ زینت جو ظاہر ہو جائے۔'' [31]

اس سے مراد تو چہرہ اور ہاتھ ہی ہیں۔'' اریج نے اعتراض کیا۔

''نہیں، اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ نہیں۔'' سارہ نے وضاحت کی۔ ''اللہ تعالیٰ نے ﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کہہ کر اس زینت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے، جیسے عورت کا ڈیل ڈول اور جثہ وغیرہ۔ اس سے مراد وہ بناؤ سنگار بھی ہو سکتا ہے جو بلا ارادہ ظاہر ہو جاتا ہے، جیسے برقع ہوا کی وجہ سے لہرائے تو نچلے لباس یا بدن کا کچھ حصہ دکھائی دے جائے، یعنی زینت کی کوئی چیز بے اختیار ظاہر ہو جائے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کہا ہے یعنی وہ زینت جو ظاہر ہو جائے۔ ''إِلَّا مَا أَظْهَرَتْ'' نہیں کہا کہ وہ زینت جسے عورت خود ظاہر کرے۔ تو ﴿ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد وہ زینت ہوئی جو بلا قصد و ارادہ خود بخود ظاہر ہو جائے اور عورت اسے جان بوجھ کر نہ دکھائے۔''

''واہ! کیا خوب!''

سارہ کا زورِ بیان دیکھ کر اریج نے بے ساختہ کہا۔

سارہ نے کہا ''چلو میں تمھیں ایک اور بات فائدے کی بتاتی ہوں کہ:''

حجاب کیسے کرنا ہے؟

حجاب جلباب (بڑی چادر) یا خمار (دوپٹا) سے کیا جاتا ہے۔ لغوی طور پر خمار کا مطلب ہے وہ شے جس سے ڈھانپا جائے۔ لغت کے اعتبار سے تخمیر کے معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں۔ ایک مشہور حدیث میں ہے:

«خَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ»

''اپنے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھا کرو۔''[32]

شراب کو بھی خمر اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل پر پردہ ڈال کر اسے ڈھانپ دیتی ہے۔ خمار وہ کپڑا ہوتا ہے جسے اوڑھ کر چہرہ، گردن اور سینہ چھپائے جا سکیں۔ (اردو میں اسے دوپٹا کہتے ہیں۔)

خمار یا دوپٹا اوڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت بدن کے ان حصوں کو چھپائے جنھیں گھر کے اندر عام طور پر کھولے رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ دوپٹا سر پر رکھے، اس کا ایک پلو چہرے پر نقاب کی طرح اوڑھے اور دوسرا پلو سینے پر پھینک دے۔ یوں بدن کے وہ حصے چھپ جائیں گے جو عام طور پر گھر کے اندر کھلے رہتے ہیں۔ گھر سے نکلتے وقت عورت کو اس طرح دوپٹا اوڑھ لینا چاہیے۔

دوپٹا اتنا باریک نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں سے نظر گزرے۔

ام علقمہ سے روایت ہے، انھوں نے بتایا: ''حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اپنی پھوپھی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئی۔ اس نے اتنا باریک دوپٹا اوڑھ رکھا تھا کہ کنپٹی نظر آتی تھی۔ ام المومنین نے وہ دوپٹا اس سے لیا اور چاک

کر دیا، پھر ڈانٹ کر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں جو کچھ اتارا ہے تمھیں اس کا علم نہیں؟''

یہ کہہ کر دوسرا دوپٹا منگایا اور حفصہ کو اوڑھا دیا۔''[33]

یہ ہے حجاب کا پہلا حصہ، یعنی دوپٹا جو بال اور چہرہ ڈھانپ دے۔ حجاب کا دوسرا حصہ بقیہ بدن کو ڈھانپتا ہے۔ اسے جلباب (بڑی چادر) کہتے ہیں۔ عورت یہ کپڑا سر سے لے کر پاؤں تک پہنتی ہے۔ یہ کپڑا سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اسی کو عبا کہتے ہیں۔ (ہندوپاکستان میں جلباب یا عبا کے بجائے برقع استعمال کیا جاتا ہے۔ برقع بھی جلباب یا عبا ہی کی ایک شکل ہے۔)

''لیکن سارہ۔'' اریج بولی۔ ''کئی عورتیں برقع یا جلباب یا عبا پہن کر بھی زینت کا اظہار کرتی نظر آتی ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' سارہ نے وضاحت چاہی۔

''مطلب یہ کہ کئی عورتیں اتنا تنگ برقع اوڑھتی ہیں کہ بدن کا انگ انگ نمایاں ہوتا ہے۔'' اریج نے وضاحت کی۔

''مگر سارہ۔'' اریج نے پھر سوال اٹھایا۔ ''میں ڈھیلا ڈھالا برقع اوڑھ کر میک اپ کیے بغیر چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھوں تو کیا حرج ہے؟''

''ہاں، واللہ! کیا حرج ہے؟'' مہوش نے بھی اریج کی تائید کی۔

''حرج تو ہے۔'' سارہ نے مسکرا کر کہا۔

''کیسے؟'' اریج نے حیرت سے پوچھا۔

''تم مسلمان ہو اور دلائل شرعیہ سے مطمئن ہو جاتی ہو۔ ہے نا؟''

''ہاں، بالکل۔'' اریج نے پرجوش انداز میں کہا۔

''تو میری بات توجہ سے سنو۔'' سارہ نے کہنا شروع کیا۔ ''اس سے پہلے میں بتا چکی ہوں کہ دورِ صحابہ و تابعین سے آج تک مسلمان خواتین کا معمول رہا ہے کہ وہ چہرے پر نقاب اوڑھ کر گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ اس عمل پر امت کا اتفاق رہا ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد علمائے کرام نے یہی بیان کیا ہے۔ ان علماء میں امام ابن عبدالبر مالکی، امام نووی شافعی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی جیسے جلیل القدر ائمہ شامل ہیں۔ چودھویں صدی ہجری کے نصف تک جبکہ خلافت اسلامیہ پارہ پارہ ہوگئی، امت کی خواتین کا یہی عمل رہا۔ بے پردگی کا آغاز مصر سے ہوا، پھر یہ وبا رفتہ رفتہ
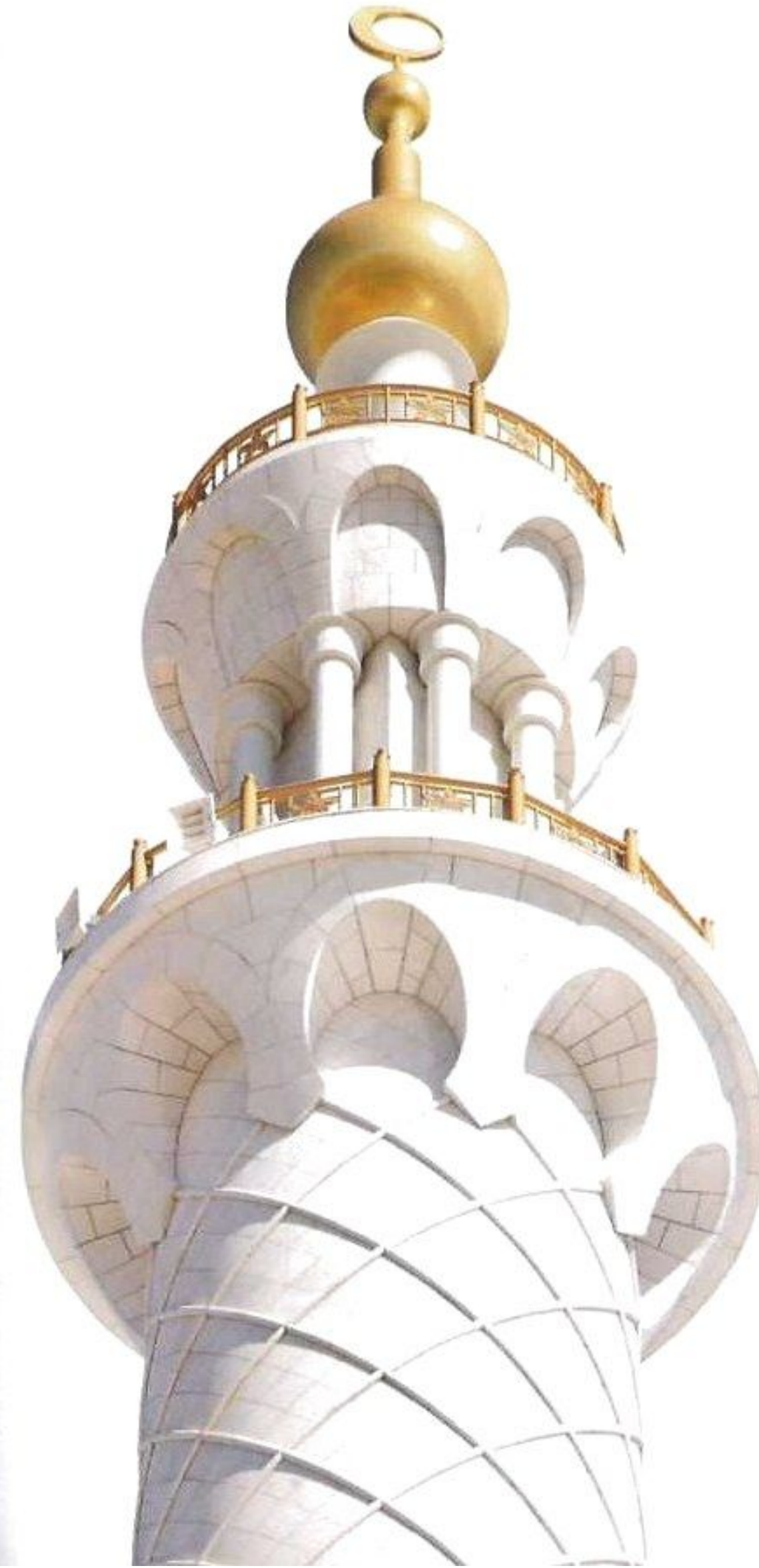
ترکی، شام، عراق اور مراکش سے ہوتی ہوئی دیگر اسلامی ایشیائی ممالک میں پھیل گئی۔ ابتدا میں محض چہرے کا پردہ اتارا گیا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ پورے بدن پر سے کپڑے کم ہونے لگے۔ بے پردگی کا آغاز ایک غیر معمولی واقعے سے ہوا تھا۔''

''غیر معمولی واقعے سے؟'' مہوش نے متعجب ہو کر کہا۔

''ہاں، ہاں، ایک غیر معمولی واقعے سے بے پردگی کا آغاز ہوا تھا'' سارہ نے کہا۔ ''تم ہمیں وہ غیر معمولی واقعہ سناؤ گی؟'' مہوش نے دریافت کیا۔

''ہاں، میں تمھیں وہ واقعہ سناؤں گی، اس لیے بھی کہ متعدد اسلامی ممالک اسی روش پر چل رہے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ہمیں اس امر کے واضح دلائل درکار ہیں کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ کل یونیورسٹی میں کتابوں کی نمائش تھی۔ نمائش میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں حجاب، تاریخ حجاب، وجوبِ حجاب کے دلائل اور جس واقعے سے بے پردگی کا آغاز ہوا تھا، اس کے متعلق معلومات درج تھیں۔ آج ان شاء اللہ عصر کے بعد میں وہ کتاب خریدنے جاؤں گی۔''

اریج کو بھی شوق چرایا۔ اس نے مہوش سے کہا: ''مہوش! ہم بھی نمائش میں چلیں؟''

مہوش کو کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا شوق تو نہیں تھا، تاہم اس نے یہ سوچ کر ہامی بھرلی کہ چلو سارہ سے دوبارہ ملاقات ہوجائے گی۔ نمائش میں دوبارہ ملاقات کے لیے عصر کے بعد کا وقت مقرر ہوا اور تینوں لڑکیوں نے

گھروں کی راہ لی۔ واپسی پر گاڑی میں اریج اور مہوش نے سارہ کی باتوں پر اپنے اپنے انداز میں تبصرہ کیا۔

مہوش کہنے لگی: ''میں نے انٹرنیٹ پر عورتوں پر ظلم و زیادتی کے متعلق کئی مضامین پڑھے ہیں، جن میں یہ رونا رویا جاتا ہے کہ عورت بیچاری مظلوم ہے، اسے آزادی ملنی چاہیے۔ کئی ایک میگزین بھی اس قسم کی باتیں لکھتے ہیں لیکن آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میں نے جو کچھ پڑھا تھا وہ سب فضول تھا۔ میری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے کہ میں اظہار زینت کروں گی تو کوئی بدکار آدمی مجھ سے حظ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ أستغفر اللہ۔''
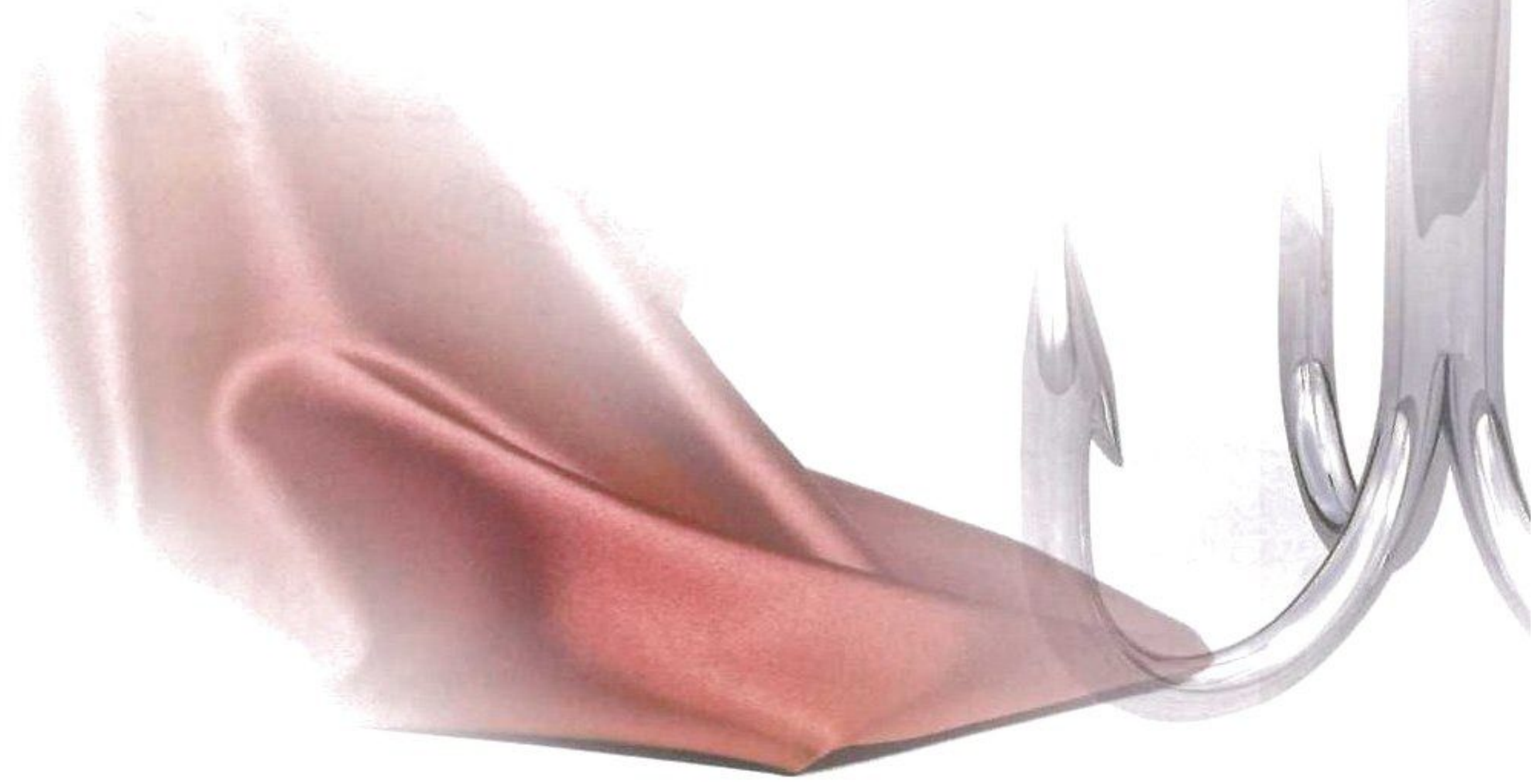
مہوش کی بات سن کر اریج کو قدرے حیرت ہوئی۔ وہ تو مہوش کو ہمیشہ نصیحت کرتی تھی کہ باپردہ رہو۔ سادگی اختیار کرو۔ بھڑکیلے لباس مت پہنا کرو۔ اریج عمر میں مہوش سے بڑی تھی اور یقیناً اس سے زیادہ سمجھ دار بھی تھی۔ حجاب کے

ساتھ اس کا رویہ دوستانہ تھا۔ اریج نماز روزے کی پابند تھی۔ یہ تعلیم یافتہ لڑکی مطالعے کی شوقین تھی۔ اس نے بعض مضامین میں پڑھ رکھا تھا کہ عورت کا لباس سادہ ہو تو اس کے لیے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ دورانِ مطالعہ اس کی نظر سے یہ بات بھی گزر چکی تھی کہ جمہور علماء کے قول کے مطابق عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے اور یہ کہ صرف سعودی علماء ہی عورت کے لیے چہرے کا کھلا رکھنا حرام قرار دیتے ہیں۔ مصر، شام، یمن، ترکی اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اس نے کہیں یہ بھی پڑھا تھا کہ چہرہ ڈھانپنا دین کے معاملات میں سے نہیں، بلکہ محض علاقائی روایت ہے۔

سارہ کی سیدھی سادی باتوں نے اریج کو مجبور کردیا تھا کہ وہ اپنی معلومات کا ازسرنو جائزہ لے اور دیکھے کہ اس نے آج تک اس موضوع پر جو کچھ پڑھا، کیا وہ درست تھا۔ اسے ادراک ہوا کہ وہ اس معاملے میں ہر کہہ و مہ کی بات مانتی آئی ہے۔

گھڑی نے چار بجائے۔ سارہ نے یونیورسٹی کا رخ کیا۔ اریج اور مہوش بھی یونیورسٹی روانہ ہوئیں۔ یہ سادی سی نمائش یونیورسٹی میں ہر سال منعقد ہوتی تھی۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین کی بڑی تعداد نمائش دیکھنے آئی تھی۔ سارہ جلد ہی پہنچ گئی۔ اس نے آتے ہی کتاب خریدی اور اریج و مہوش کے آنے تک اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔ اتنے میں اریج اور مہوش بھی آپہنچیں۔ سارہ نے یہ سوچ کر کہ بات چیت طولانی ہوگی، اریج و مہوش کو ساتھ لیا اور یونیورسٹی کنٹین کی راہ لی۔

یونیورسٹی کینٹین میں

یونیورسٹی کینٹین خاصی وسیع و عریض تھی۔ ہر طرف گول میزیں بچھی تھیں۔ ایک میز پر چار طالبات بآسانی بیٹھ سکتی تھیں۔ نمائش کی وجہ سے کینٹین میں غیر معمولی رش تھا۔ تینوں لڑکیاں شور شرابے سے دور کسی جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ مہوش کو کینٹین کے بائیں گوشے میں ایک میز خالی نظر آئی جو لوگوں کی بھیڑ سے دور تھی۔ تینوں لڑکیاں وہاں جا بیٹھیں۔ سارہ نے کتاب پرس سے نکالی اور صفحہ نمبر پندرہ نکال کر بآواز بلند پڑھنے لگی:............

---

[1] النجم 45:53. [2] صحيح البخاري، حديث : 2731-2732، وصحيح مسلم، حديث : 1784. [3] صحيح مسلم، حديث : 2295. [4] النحل 97:16. [5] آل عمرٰن 195:3. [6] النساء 124:4. [7] جامع الترمذي، حديث: 3464. [8] صحيح مسلم، حديث: 728. [9] النور 2:24. [10] المائدة 38:5. [11] الأحزاب 73:33. [12] بنى إسرائيل 70:17. [13] الحجرات 11:49. [14] الحجرات 13:49. [15] البقرة 228:2. [16] سنن أبى داود، حديث: 2142. [17] جامع الترمذي، حديث: 1163. [18] الأحقاف 15:46. [19] صحيح البخاري، حديث: 5971، وصحيح مسلم، حديث: 2548. [20] آل عمرٰن 36:3. [21] دیکھیے مسند أحمد : 190/3. [22] النساء 34:4. [23] الأنعام 83:6. [24] الأنعام 83:6. [25] النساء 32:4. [26] صحيح البخاري، حديث : 4363. [27] سنن أبي داود، حديث : 4017، وجامع الترمذي، حديث : 2769. [28] فتح الباري: 337/9. [29] الاحزاب 59:33. [30] النور 31:24. [31] النور 31:24. [32] المعجم الصغير للطبراني: 270/2. [33] الطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 72/8.

کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں

عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے

پہلی دلیل

آیت حجاب، جس میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ دوران حجاب جلباب چہروں پر کھینچ لیا کریں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں، یہ (بات اس کے) زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ [1]

اس آیت میں تمام عورتوں کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج اور بیٹیوں کا بھی اور دیگر مسلم خواتین کا بھی۔ اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ مسلم خواتین کے لیے چہرے کا پردہ کرنا واجب ہے۔ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کی چیزیں اجنبی مردوں سے چھپا کر رکھیں۔ صحابیات نے اس آیت سے یہی مفہوم نکالا تھا کہ جلباب سے پورے بدن کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی

ڈھانپنا ہے، چنانچہ امام ابوداود نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت درج کی ہے کہ انھوں نے بتایا: ”جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصاری خواتین سیاہ چادریں اوڑھے نکلیں۔“ [2]

دوسری دلیل

امام ابوداود نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”میں نے انصاری عورتوں سے بہتر خواتین نہیں دیکھیں۔ نہ ایسی خواتین دیکھی ہیں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر ایمان میں انصاری عورتوں سے بڑھ کر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں آیت حجاب اتاری۔ مردوں نے یہ آیت رسول اللہ ﷺ سے سنی۔ انھوں نے گھروں کو جا کر اپنی عورتوں کو اللہ کا یہ حکم سنایا۔ ہر عورت نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بڑی چادر لی اور اسے سر پر لپیٹ لیا۔ بعض عورتوں نے تہمد کو چاک کر کے دوپٹا بنالیا۔ خواتین صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں آئیں تو انھوں نے سروں پر چادریں لپیٹ رکھی تھیں۔ وہ یوں بے حس و حرکت کھڑی تھیں گویا سروں پر کوے بیٹھے ہیں۔“ [3]

تیسری دلیل

ام عطیہ سے روایت ہے، کہتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو بھی نمازِ عید کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ آپ سے پوچھا گیا:

"اے اللہ کے رسول! کسی عورت کے پاس جلباب (بڑی چادر) نہ ہوتو؟ فرمایا: اسے اس کی بہن اپنے جلباب کا کچھ حصہ اوڑھا دے۔" [4]

یہ روایت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ عورت جلباب اوڑھے بغیر اجنبی اور غیر محرم مردوں کے سامنے نہیں آسکتی۔

چوتھی دلیل

ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

"(اے نبی!) مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔" [5]

ایک عقل مند آدمی کو اس بات میں تامل نہیں ہوسکتا کہ عورت چہرہ کھلا رکھ کر گویا مردوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اس کی طرف دیکھیں۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾

"اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔" [6]

یعنی عورت کو چاہیے کہ اپنا بناؤ سنگار چھپا کر رکھے تاکہ اجنبی مرد کو نظریں نیچی رکھنے میں مدد ملے۔

پانچویں دلیل

کتاب اللہ میں لکھا ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ﴾

"اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں۔" [7]

یعنی عورت پائل پہنے ہوتو اس پر حرام ہے کہ زمین پر پاؤں مار کر چلے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ مرد پائل کی چھن چھن سنیں گے تو مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ عورت کے لیے جب ایسا کرنا حرام ہے تو چہرے کو کھلا رکھنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

اچھا، مرد محض پائل کی جھنکار سن کر تو مصیبت میں پڑے گا لیکن کیا چہرے کی دلکشی وجلوہ سامانی اس کے ہوش نہ اڑائے گی؟ واہ! تعجب ہے۔

چھٹی دلیل

اللہ تعالیٰ نے بڑی بوڑھی عورت کو رخصت دی ہے کہ وہ حجاب اتار دے اور دوپٹے وغیرہ میں تخفیف کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کے باوجود کہ بڑی بوڑھی میں کوئی جاذبیت باقی نہیں رہتی، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ پردہ کر لے تو اس کے حق میں بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

''اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں، جبکہ وہ (اپنی) زیب و زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے اور اللہ بڑا سننے

والا، خوب جاننے والا ہے۔'' [8]

ساتویں دلیل

کتاب اللہ میں مرقوم ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ ﴾

''اور جب تم ان سے کوئی چیز کام کی مانگو تو ان سے پردے کی اوٹ سے مانگو۔ یہ تمھارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' [9]

یہ آیت اس امر کی بڑی واضح دلیل ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے (اور مومنوں کی ان عورتوں سے جو تمھاری ازواج نہیں) کوئی بات پوچھو تو پردے کی اوٹ سے پوچھو۔ ان کے گھروں میں مت جاؤ۔ یوں تمھارے اور ان کے دل پاکیزہ رہیں گے اور شیطان کو فساد انگیزی کا موقع نہیں ملے گا۔

آٹھویں دلیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَرۡنَ فِيۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجٰهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۝ ﴾

''اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور اگلی جاہلیت کی زیب و زینت کی نمائش کے مانند (اپنی) زیب و زینت کی نمائش نہ کرتی پھرو؟ اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اے اہل بیت! بس اللہ تو چاہتا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمھیں بالکل پاک صاف کر دے۔'' [10]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے سے مومن عورتوں کو منع کر دیا کہ وہ دورِ جاہلیت کی عورتوں کی طرح اظہار زینت نہ کرتی پھریں۔ عرب کے دیرینہ معاشرے کے مرد بڑے باغیرت ہوا کرتے تھے۔ مرد کو پتا چلتا کہ کسی آدمی نے اس کی عورت سے چھیڑ چھاڑ کی ہے تو محض اسی بات پر قبائل کے درمیان بڑی بڑی جنگیں چھڑ جاتی تھیں۔ ایسے سخت گیر جاہلی معاشرے سے تمھیں کیا توقع ہے۔ کیا وہاں کی عورتیں ننگی ہو کر نکلا کرتی تھیں؟ ہاں، بتاؤ، تمھیں کیا توقع ہے؟ جاہلی معاشرے کی عورت صرف چہرہ کھلا رکھتی ہوگی۔ یا زیادہ سے زیادہ سر کے چند بال نظر آ جاتے ہوں گے، پھر بھی جاہلی معاشرے کی زیادہ تر عورتیں چہرے

کا پردہ کرتی تھیں۔ یہ بات جاہلیت کے شعری ادب میں مل جائے گی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلم خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجٰهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى ﴾

''اور اگلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کے مانند (اپنی) زینت کا اظہار نہ کرو۔'' [11]

نویں دلیل

یہ تو معلوم ہی ہے کہ عورت حج و عمرہ کا احرام باندھے تو اسے چہرہ ننگا رکھنا ہوتا ہے۔ صحابیات کا طرزِ عمل اس سلسلے میں یہ تھا کہ وہ حج و عمرہ میں خیموں کے درمیان ہوتیں تو چہرے کھلے رکھتیں۔ لیکن جونھی اجنبی مسافر قریب سے گزرتے تو بقول ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سر سے جلباب کھینچ کر چہرے پر ڈال لیتیں۔ قافلہ گزر جاتا تو پھر چہرے سے پردہ ہٹا لیتیں۔ [12]

صحابیات کا یہ حال تھا کہ احرام میں ہونے کے باوجود اجنبی آدمیوں کو دیکھ کر چہرہ چھپا لیتی تھیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ جانتی تھیں کہ اجنبی مردوں کے

سامنے چہرہ چھپا لینا واجب ہے۔

دسویں دلیل

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انھوں نے بتایا: ''ہم اجنبی مردوں سے چہرے چھپایا کرتی تھیں۔''[13]

گیارھویں دلیل

واقعۂ افک کی روایت میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی انا للہ سن کر میں جاگی تو جلباب سے چہرہ ڈھانپ لیا۔[14]

بارھویں دلیل

عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے کہ مسلمان خواتین بڑی چادروں میں لپٹی نمازِ فجر کے لیے حاضر ہوتیں، نماز پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتیں۔ اندھیرے کے باعث کوئی انھیں پہچان نہ پاتا۔[15]

تیرھویں دلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس نے غرور کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔''[16]

مطلب یہ کہ لباس کو ٹخنوں کے نیچے تک چھوڑ دینا جائز نہیں۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے۔ عورتیں قدم چھپانے کی خاطر اپنے کپڑے ٹخنوں سے

نیچے تک لٹکا لیا کرتی تھیں۔ عورتوں کی اکثریت غربت کا شکار تھی۔ جرابیں وہ نہیں لے سکتی تھیں، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھ لیا: ''پھر عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟'' فرمایا: ''بالشت بھر لٹکا لیا کریں۔'' کہا: ''یوں تو ان کے قدم نظر آئیں گے۔'' فرمایا: ''تو پھر ہاتھ بھر لٹکا لیا کریں۔ اس سے زیادہ نہیں۔''[17]

جب عورت کو قدم چھپانے کا حکم ہے تو چہرہ چھپانا تو بالاولیٰ واجب ٹھہرا۔

چودھویں دلیل

ارشاد نبوی ہے: ''عورت احرام کی حالت میں نقاب اوڑھے نہ دستانے پہنے۔''[18]

اس حدیث سے پتا چلا کہ عہد نبوت کی خواتین عام حالات میں نقاب اوڑھا اور دستانے پہنا کرتی تھیں۔ اسی لیے حالت احرام میں خاص طور پر اس سے منع کیا گیا ہے۔

پندرھویں دلیل

ارشاد نبوی ہے: ''عورت، عورت کے ساتھ (ایک کپڑے میں) بدن سے بدن ملا کر نہ سوئے، پھر وہ اپنے خاوند سے اس کا حلیہ یوں بیان کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔''[19]

یہ حدیث دلیل ہے اس امر کی کہ خواتین دورِ نبوی میں چہرہ ڈھانپ کر نکلا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو عورت کا چہرہ مہرہ جاننے کے لیے دوسری عورت کی مدد لینی پڑتی تھی۔

سولھویں دلیل

مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کے متعلق بتایا۔ آپ نے دریافت کیا: ''کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا: ''اسے دیکھ آیئے۔ یوں آپ دونوں کے درمیان ہم آہنگی زیادہ ہوگی۔'' میں ان کے ہاں گیا۔ اس کے والدین موجود تھے۔ خاتون پردے میں تھی۔ میں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے دیکھوں۔'' وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ عورت پردے میں سے بولی: ''میں آپ کو قسم دیتی ہوں، جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم دیا ہے تو ضرور دیکھ لیجیے۔ اگر انھوں نے حکم نہیں دیا تو نہ دیکھیے۔''

میں نے اسے دیکھا۔ پھر اس سے شادی ہوگئی۔ میرے دل میں جتنی قدر اس عورت کی تھی اتنی کسی اور عورت کی نہ ہوسکی۔''[20]

عورتیں کھلے عام پھرا کرتیں تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اسے دیکھنے کے لیے اتنا تردد نہ کرنا پڑتا۔

سترھویں دلیل

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے، اگر ممکن ہو تو اس کا وہ پہلو دیکھ لے جو اسے عورت کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ کرے۔ (اگر ایسا ممکن ہو تو) تو ضرور ایسا کرے۔''

جابر کہتے ہیں: ''تب میں نے بنی سلمہ کی ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ میں کھجوروں کے پیچھے چھپ کر اسے دیکھا کرتا۔ آخر میں نے اسے دیکھ لیا جس سے مجھے اس کے ساتھ نکاح سے رغبت ہوئی تو میں نے اس سے شادی کر لی۔''[21]

غور طلب بات یہ ہے کہ اس زمانے کی خواتین چہرہ کھلا رکھا کرتیں تو جابر کو چھپ چھپا کر دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

اٹھارھویں دلیل

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک میت کو قبر میں دفن کیا۔ جب ہم لوٹے اور میت کے لواحقین کے دروازے سے گزرے تو ایک خاتون ملی۔ ہمارا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پہچان لیا تھا، لیکن آپ نے اس کی طرف دیکھا تو دریافت کیا: ''فاطمہ! کہاں سے آرہی ہو؟'' فاطمہ نے جواب دیا: ''میں میت کے لواحقین کی طرف سے آرہی ہوں۔ میں نے میت کے لیے دعا اور ان سے تعزیت کی۔''[22]

صحابۂ کرام نے سمجھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فاطمہ کو نہیں پہچان پائے۔ دراصل

وہ مکمل پردے میں تھیں۔ لیکن آپ نے چال ڈھال سے بیٹی کو پہچان لیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چہرہ کھلا رکھا ہوتا تو صحابۂ کرام کو یہ گمان نہ گزرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں پہچانا ہے کہ نہیں۔

انیسویں دلیل

امام مسلم نے اپنی کتاب حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اس نے فلاں انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ”تم نے اسے دیکھا ہے؟“ بولا: ”نہیں۔“ فرمایا: ”جاؤ اسے دیکھ لو۔ انصار کی آنکھوں میں کچھ (چھوٹا پن) ہوتا ہے۔“ [23]

یہاں بھی آپ نے اس آدمی کو چہرہ ہی دیکھنے کا حکم دیا تھا۔

بیسویں دلیل

یہ دلیل عقلی ہے۔ ایک انصاف پسند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ شریعت عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دے سکتی، اس لیے کہ چہرہ ہی خوبصورتی کا اصل مقام اور حسن کا منبع ہے۔ بالخصوص جبکہ عورت خوبصورت بھی ہو۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اجنبی مرد غیر عورت کے چہرے کو نظر بھر کے دیکھ لے تو اس کے جنسی جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ فتنے میں پڑ جاتا ہے۔

باآواز بلند بیسویں دلیل پڑھنے کے بعد سارہ نے کتاب سے نظر اٹھائی

اور کہنے لگی: ”صاحب کتاب نے جو دلائل بیان کیے تھے، وہ تو اختتام کو پہنچے۔ میں سوچتی ہوں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم عورت سے کہیں کہ تم اپنے کان، بازو، پاؤں اور گردن کو چھپاؤ کہ انھیں دیکھ کر لوگ آزمائش میں پڑتے ہیں لیکن پھر اسے فتویٰ دیں کہ البتہ چہرے کو اس کی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ کھلا رکھو۔ مطلب یہ کہ مرد عورت کے قدم دیکھ کر تو فتنے میں پڑے گا لیکن چہرہ دیکھ کر قابو میں رہے۔ حیرت ہوتی ہے ایسی باتوں پر۔“

اریج بولی: ”ہاں، واقعی حیرت کی بات ہے۔ میرا تو اپنا تجربہ ہے۔ میں اگرچہ میک اپ نہیں کرتی لیکن عبا اوڑھ، چہرہ کھول، گھر سے نکلتی ہوں تو مردوں کی نظریں میرے چہرے پر گڑی رہتی ہیں۔“
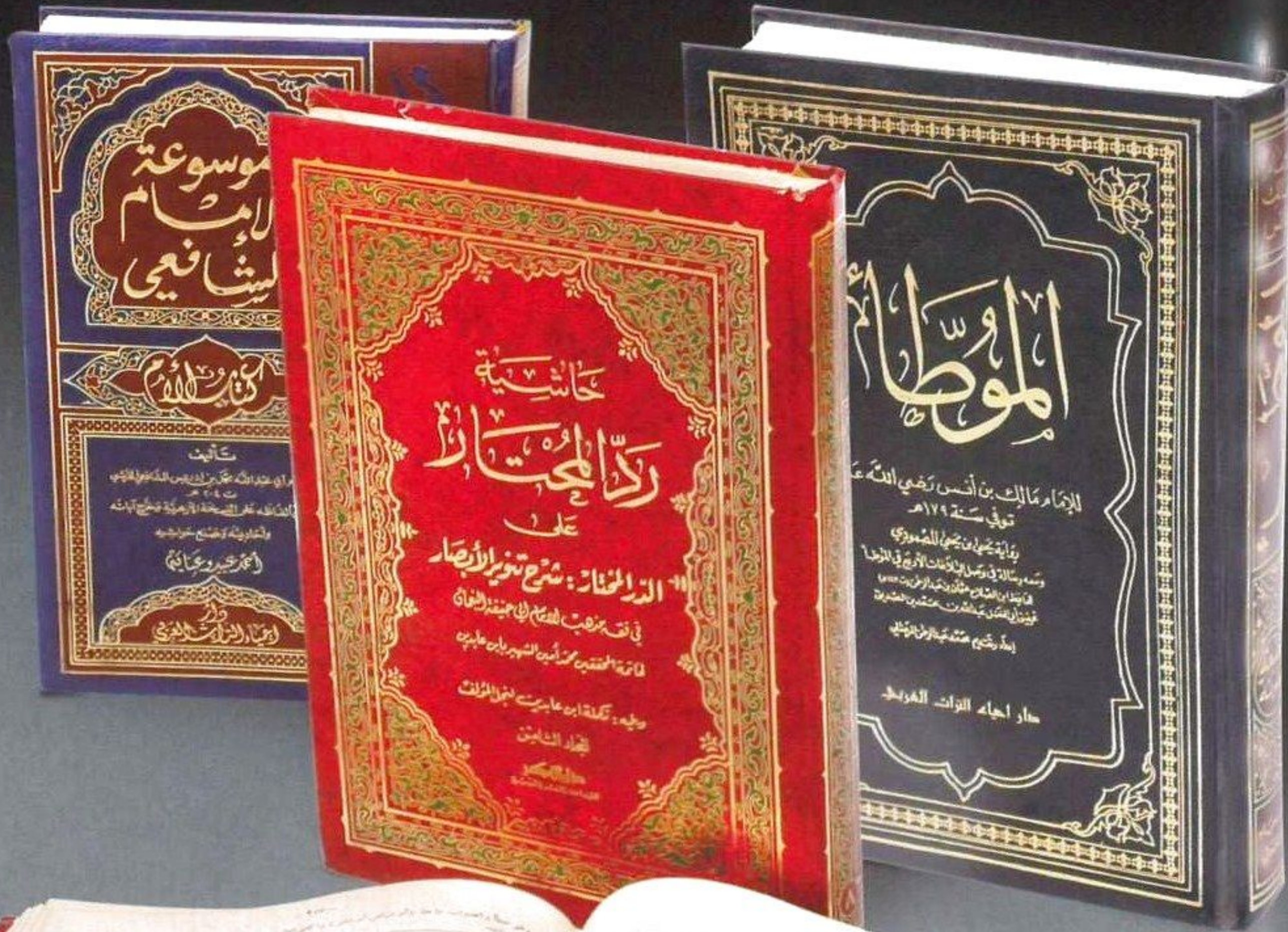
''ہاں، ہاں، اریج ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے۔'' مہوش نے سر ہلا کر کہا۔

مہوش کی بات سن کر اریج تو غصے میں آ گئی۔ مہوش کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی:

''اچھا، بڑی بی، اللہ مجھے ہدایت دے۔ پر ذرا اپنی شکل بھی آئینے میں دیکھی ہے؟''

''میرا یہ مطلب تو نہیں تھا اریج!'' مہوش گھبرا کر کہنے لگی۔

''تو اور کیا مطلب تھا تمھارا؟'' اریج تو لڑنے پر آمادہ ہو گئی۔

قریب تھا کہ دونوں بہنوں میں ہاتھا پائی ہو جاتی۔ لیکن سارہ بیچ میں آ گئی اور کہنے لگی: ''اچھا، اب بس بھی کرو۔ چلو میں تمھیں پردے کے متعلق فقہائے اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد) کے اقوال پڑھ کر سناؤں۔ یوں ان مفتیانِ کرام کی بات غلط ثابت ہو جائے گی جو کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک عورت کے لیے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔''

''اچھی بات ہے، سنایئے۔'' اریج نے اشتیاق سے کہا۔

سارہ نے پڑھنا شروع کیا: ''اس امر پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔''

ائمہ احناف کے اقوال

فقہائے احناف کی رائے کے مطابق عورت کے لیے اجنبی یا غیرمحرم مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ چہرہ ننگا کرنا فتنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ عورتوں کو ننگے منہ باہر نکلنے سے روکا جائے گا۔

اب فقہائے احناف کے چند اقوال ملاحظہ کیجیے۔

امام ابوبکر جصاص کہتے ہیں: ''نوجوان عورت کو حکم ہے کہ اجنبی مرد سے چہرے کا پردہ کرے اور گھر سے نکلے تو مکمل طور پر باپردہ ہو، تاکہ بدکردار لوگ اس کی طمع نہ کریں۔'' [24]

شمس الائمہ سرخسی کا کہنا ہے: ''اجنبی عورت کو دیکھنا اس لیے حرام ہے کہ آدمی فتنے میں نہ پڑے۔ چہرے اور اس کی خوبصورتی کو دیکھنا دیگر اعضائے جسم کو دیکھنے کی بہ نسبت زیادہ فتنے اور فساد کا باعث ہے۔'' [25]

امام علاؤ الدین نے کہا: ''نوجوان عورت کو اجنبی مردوں کے بیچ چہرہ ننگا کرنے سے منع کیا جائے گا۔''

ابن عابدین نے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا: ''عورت کو چہرہ ننگا رکھنے سے منع کرنے کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ مرد اس کے چہرے کو دیکھ کر آزمائش میں پڑ جائیں گے، اس لیے کہ ننگے چہرے پر شہوت انگیز نظر پڑ سکتی ہے۔'' [26]

علمائے احناف ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ احرام کی حالت میں جبکہ مرد سامنے آجائے، عورت کے لیے چہرے کا پردہ فرض ہے۔ [27]

امام طحاوی نے کہا: ''نوجوان عورت کو اجنبی مردوں کے بیچ چہرہ ننگا کرنے سے منع کیا جائے گا۔'' [28]

فقہائے احناف کے مزید اقوال پڑھنے کے لیے حاشیہ ابن عابدین (406-408)، البحر الرائق لابن نجیم (381/2,284/1) اور علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب فیض الباری کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع جو ایک حنفی عالم و فقیہ ہیں، انھوں نے لکھا: ''مختلف مکاتب فکر کے علماء وفقہاء اور جمہور امت اس امر پر متفق ہیں کہ نوجوان عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کے درمیان چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنا جائز نہیں۔ بڑی بوڑھی عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔'' [29]

یہاں پہنچ کر سارہ نے ذرا توقف کیا اور بولی: ''احناف کی اس بات نے مجھے بہت متاثر کیا ہے کہ عورت حجاب اتار کر چہرہ کھولے گی تو بدکردار اور فسادی لوگ اس کی طمع کریں گے۔ اس بات سے مجھے ایک خاتون یاد آگئی ہیں جن کے شوہر کو روزگار کے سلسلے میں دوسرے شہر جانا پڑا۔ شوہر نے اہل وعیال کو ایک فلیٹ میں چھوڑا اور بڑے بھائی سے کہہ دیا کہ ان کا خیال رکھے۔ خاتون کہتی ہیں کہ بڑے بھائی صاحب تقریباً ہر روز آجاتے۔ میں انھیں گھر ہی کا فرد سمجھتی اور پردہ نہ کرتی۔ شروع شروع میں تو معاملہ ٹھیک رہا لیکن چند دن گزرے تو انھوں نے بارہا ہمارے گھر آنا شروع کردیا۔ میرے پاس کوئی محرم تو تھا نہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ بڑے بھائی صاحب کے لہجے میں غیر معمولی لوچ آگئی اور وہ ضرورت سے زیادہ ہنسی مذاق پر اتر آئے۔ میرے شوہر چھٹی پر گھر آئے تو میں نے انھیں نہیں بتایا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں میری ازدواجی زندگی کے لیے مشکلات کھڑی نہ ہوجائیں۔ ان کی چھٹی ختم ہوگئی اور وہ دوبارہ کام پر چلے گئے۔ بڑے بھائی صاحب نے ان کے جاتے ہی پھر وہی حرکتیں شروع کردیں۔ انھوں نے دیکھا کہ میں نے شوہر کو نہیں بتایا تو وہ اور ہی کھل گئے۔ مجھ سے چھیڑ چھاڑ بھی کرنے لگے۔ وقت بے وقت منہ اٹھائے چلے آتے۔ میرا تو جینا حرام ہوگیا۔ ایک روز یونھی بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا کہ میں بڑے بھائی صاحب اور دیگر غیر محرموں سے پردہ کروں گی۔ میں نے شوہر کو اس بارے میں لکھا۔ انھوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔ میں نے حجاب اوڑھ لیا۔ اگلے دن بڑے بھائی صاحب معمول کے مطابق آئے تو مجھے حجاب میں دیکھ کر

ہکا بکا رہ گئے۔ دور کھڑے کھڑے پوچھا: ''ارے! کیا ہوا؟'' میں نے کہا: ''اب غیر محرم میرا چہرہ نہیں دیکھ پائیں گے۔ آپ کو مجھ سے کوئی بات کرنی ہو تو پردے کی اوٹ سے کیا کیجیے۔''

بڑے بھائی صاحب تھوڑی دیر تو سر نہوڑائے کھڑے رہے، پھر خاموشی سے پلٹ گئے۔ یوں حجاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچالیا۔''

''سبحان اللہ۔'' اریج بول اٹھی۔ ''اللہ تعالیٰ نے سچ ہی تو کہا ہے۔

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ﴾

''اور جب تم ان سے کوئی چیز کام کی مانگو تو تم ان سے پردے کی اوٹ سے مانگو۔ یہ تمھارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔'' [30]

سارہ نے پڑھنا شروع کیا:

ائمہ موالک کے اقوال

مالکی فقہاء کی رائے بھی یہی ہے کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنا جائز نہیں کہ چہرہ کھولنا فتنے اور فساد کا باعث ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موالک کے نزدیک عورتوں کو ننگے منہ باہر نکلنے سے روکنا درست ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی اور قرطبی جن کا شمار مالکی فقہاء میں ہوتا ہے، کہتے ہیں: ”عورت کے لیے چہرہ کھولنا ضرورت کے وقت ہی جائز ہے۔ ضرورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کے خلاف مقدمہ دائر ہوا اور اسے چہرہ کھول کر صفائی دینی پڑے۔ یا بیماری کی حالت میں طبیب کو چہرہ کھول کر دکھانا پڑے۔“ [31]

مالکیہ کے جلیل القدر امام ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ اس امر پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔ موالک ہی کے امام آبی نے بیان کیا ہے: ”ابن مرزوق نے نہایت واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ مالکیہ کے مشہور نقطۂ نظر کے مطابق فتنے کا ڈر ہو تو عورت کے لیے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا ضروری ہے۔“ [32]
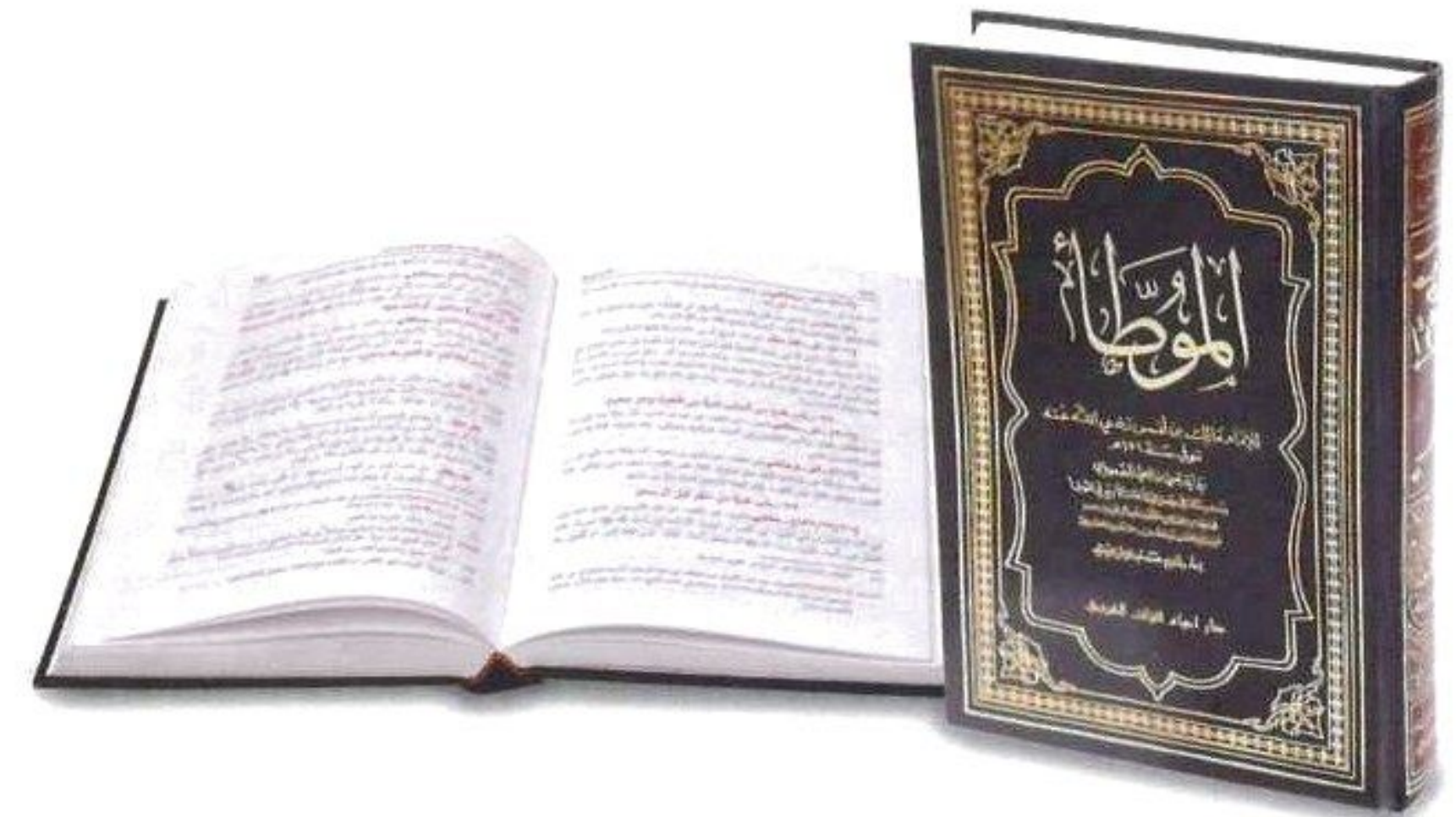
اس اہم مسئلے کے متعلق فقہائے موالک کے دیگر اقوال کے لیے حسب ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں: المعيار المعرب للونشريسي: 229,226/11,165/10، ومواهب الجليل للحطاب: 141/3، والذخيرة للقرافي: 307/3، والتسهيل لمبارك: 932/3، وحاشية الدسوقي على الشرح الكبير: 55/2، والصارم المشهور، كلام محمد الكافي التونسي، ص:103، وجواهر الإكليل للآبي :186/1.

ائمہ شوافع کے اقوال

فقہائے شوافع کا خیال ہے کہ فتنے کا خدشہ ہو یا نہ ہو، عورت کے لیے غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔

امام الحرمین جوینی جو شوافع کے بڑے امام ہیں، ان کا کہنا ہے: ”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ خواتین کو ننگے منہ گھر سے باہر آنے سے منع کیا جائے گا، اس لیے کہ نظر فتنے کا باعث ہوسکتی ہے۔“ [33]

شافعی امام ابن رسلان نے کہا: ”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عورتوں کو ننگے منہ باہر نکلنے سے روکا جائے گا، خاص کر جبکہ بدکرداروں کی کثرت ہو۔“ [34]

شوافع ہی کے امام موزعی نے کہا: ”مسلمانوں کے تمام علاقوں میں آج تک

لوگوں کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ بڑی بوڑھی کو تو چہرہ ننگا کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن نوجوان عورت کو ایسا نہیں کرنے دیتے۔ وہ اسے اچھا نہیں جانتے۔ مسلمانوں میں سے شاید کوئی بھی نوجوان عورت کے لیے بلاضرورت چہرہ کھولنا جائز قرار نہیں دیتا۔ کوئی نوجوان خواہ مخواہ عورت کو تاڑے، اسے بھی درست نہیں سمجھا جاتا۔'' [35]

فقہائے شافعیہ کے دیگر اقوال کے لیے ان کتابوں کو دیکھنا چاہیے: إحياء علوم الدين: 49/2، وروضة الطالبين: 24/7، وحاشية الجمل على شرح المنهج: 411/1، وحاشية القليوبى على المنهاج: 177/1، وفتح العلام للجرداني: 176/2، و حاشية السقاف ص: 297، وشرح السنة للبغوي: 240/7.

ائمہ حنابلہ کے اقوال

فقہائے حنابلہ کی رائے بھی یہی ہے کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں۔ امام احمد کا قول ہے: ''عورت گھر سے نکلے تو بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ کرے۔'' [36]

نتائج

جمہور علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں۔ اس مسئلے کے متعلق جن ائمہ نے علمائے کرام کا اجماع نقل کیا ہے وہ نہایت قابل اعتماد ہیں۔

ابن عبدالبر جن کا شمار اندلس کے نامور مالکی علماء میں ہوتا تھا، انھوں نے بیان کیا کہ بالخصوص فتنہ وفساد کے دور میں عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب

ہے اور اس امر پر علمائے اسلام کا اجماع ہے۔

اہل مشرق کے شافعی علماء میں سے امام نووی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

حنابلہ میں سے امام ابن تیمیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

احناف میں سے خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا محمد شفیع نے بھی اجماعِ امت ہی کی بات لکھی ہے۔

''اب بتائیے۔ اس دعوے کی کیا حیثیت باقی رہی کہ جمہور علماء کا قول ہمارے موقف کے خلاف ہے؟''

ائمہ کی باتیں بڑی اطمینان بخش تھیں۔ مہوش تو اپنے عبا کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگی۔ شاید وہ کوئی فیصلہ کر رہی تھی۔ لیکن اریج مطمئن نظر نہیں آتی تھیں۔ اس نے سارہ کو مخاطب کیا اور کہا: ''سارہ! ممکن ہے میں تم سے اتفاق کر لوں لیکن دو باتیں رہ گئیں ہیں جن کے متعلق میں نے متعدد مضامین میں پڑھا ہے۔''

''اچھا! کون سی دو باتیں؟'' سارہ نے پوچھا۔

اریج نے کہا: ''پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کل چہرے کے پردے کا فتویٰ صرف سعودی علماء دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ چہرے کا پردہ محض ایک علاقائی روایت ہے اور دینی احکامات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

اریج کے جواب میں سارہ مسکرائی اور کہنے لگی: ’’اس کتاب کا ایک باب خاص طور پر اس بارے میں ہے۔ میں تمھیں یہ باب پڑھ کے سناتی ہوں۔‘‘

---

1 الأحزاب 59:33. 2 سنن أبي داود، حديث:4101. 3 تفسير ابن أبي حاتم: 2575/8، وسنن أبي داود، حديث: 4100 مختصراً. 4 صحيح البخاري، حديث:351، وصحيح مسلم، حديث: 890. 5 النور 30:24. 6 النور 31:24. 7 النور 31:24. 8 النور 60:24. 9 الأحزاب 53:33. 10 الاحزاب 33:33. 11 الأحزاب 33:33. 12 [ضعيف] سنن أبي داود، حديث: 1833. 13 المستدرك للحاكم: 454/1، حديث: 1668 وصحيح ابن خزيمة: 203/4، حديث: 2690. حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرائط حدیث کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے ان کے اس فیصلے کو برقرار رکھا ہے۔ ابن خزیمہ کی روایت کو محققِ کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے صحیح قرار دیا ہے۔ 14 صحيح البخاري، حديث: 4141. 15 صحيح البخاري، حديث: 578، وصحيح مسلم، حديث: 645. 16 صحيح البخاري، حديث: 5784، و صحيح مسلم، حديث: 2085. 17 سنن النسائی، حديث: 5338. 18 صحيح البخاري، حديث: 1838. 19 صحيح البخاري، حديث: 5240. 20 كنز العُمّال، حديث: 45619، و سنن سعيد بن منصور: 171/1، حديث: 516. 21 سنن أبي داود، حديث: 2082. 22 المستدرك للحاكم: 374/1. حاکم کا کہنا ہے یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائطِ حدیث کے مطابق صحیح ہے۔ 23 صحيح مسلم، حديث: 1424. 24 أحكام القرآن: 458/3. 25 المبسوط: 152/10. 26 حاشية ابن عابدين: 488/2. 27 حاشية ابن عابدين: 528/2. 28 ردّ المختار: 272/1. 29 المرأة المسلمة: ص 202. 30 الأحزاب 53:33. 31 أحكام القرآن: 1578/3، والجامع لأحكام القرآن: 277/14. 32 جواهر الإكليل: 41/1. 33 روضة الطالبين: 24/7، وبجيرمی على الخطيب: 315/3. 34 عون المعبود: 162/11. 35 تيسير البيان لأحكام القرآن: 1001/2. 36 الفروع: 601/1.

مختلف علاقوں کے علماء کے اقوال

عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے

علامہ امیر صنعانی (یمن)

علامہ امیر صنعانی نے اپنی کتاب الأدلة الجلية فی تحريم نظر الأجنبية میں ان علماء کے قول کو مسترد قرار دیا ہے جو یہ بات کرتے ہیں کہ عورت کے لیے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (پاکستان)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے 'پردہ' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں آیت حجاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ”جو کوئی آیت کے الفاظ پر اور ہر دور کے مفسرین نے بالاتفاق ان کی جو تفسیر کی اور عہد نبوی میں لوگوں کا جو عمل رہا، اس پر غور کرے گا اسے یہ بات تسلیم کرنے میں تردد نہیں ہوگا کہ شریعت اسلامی نے عورت کو اجنبی اور غیر محرم مردوں سے چہرے کا پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ دورِ نبوی سے آج تک امت کا یہی تعامل رہا ہے۔“

الشیخ محمد علی صابونی (شام)

الشیخ محمد علی صابونی نے اپنی کتاب تفسیر روائع البيان في تفسير آيات الأحكام من القرآن میں آیات الحجاب و النظر کے نام سے ایک باب قائم کیا اور اس کے آخر میں لکھا: ”بے پردگی کی بدعت: بے پردگی کی بدعت آج کل ہی میں سامنے آئی ہے۔ عورت سے کہا جاتا ہے کہ چہرے کا پردہ اتار دو۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حجاب شرعی سے نقاب کا کوئی تعلق نہیں اور چہرہ جسم کے ان حصوں میں شامل نہیں جنھیں چھپانا ضروری ہوتا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون سا گناہ ہے جس سے وہ عورت کو نجات دلانا چاہتے ہیں۔ جس معاشرے میں یہ دعوت پھیلائی جا رہی ہے اس کی حالت کیا ہے، وہ ہوس و شہوت پرستی کی آگ میں جل رہا ہے اور اس میں ہر طرف بے حیائی و بے غیرتی کا دور دورہ ہے۔“

الشیخ ابوبکر الجزائری (الجزائر)

الشیخ ابوبکر الجزائری نے اپنی کتاب فصل الخطاب في المرأة والحجاب میں اس امر کے دلائل بیان کرنے کے بعد کہ چہرے کا پردہ واجب
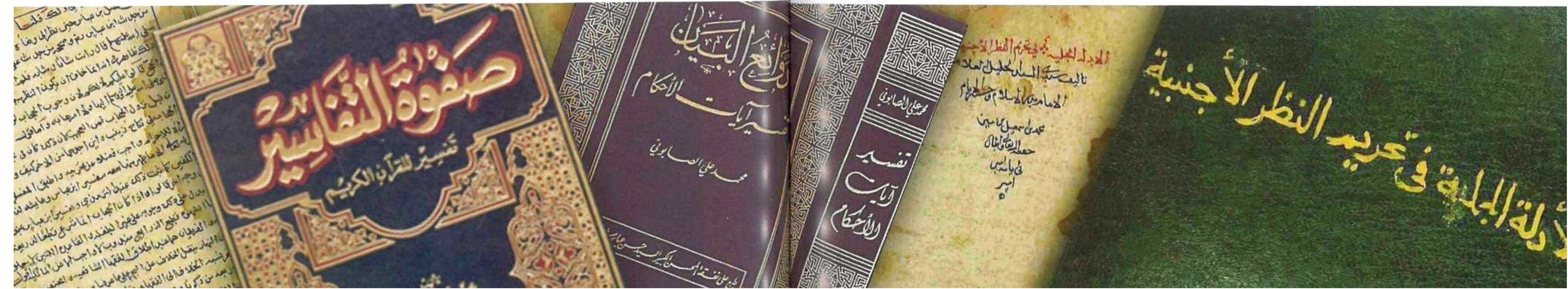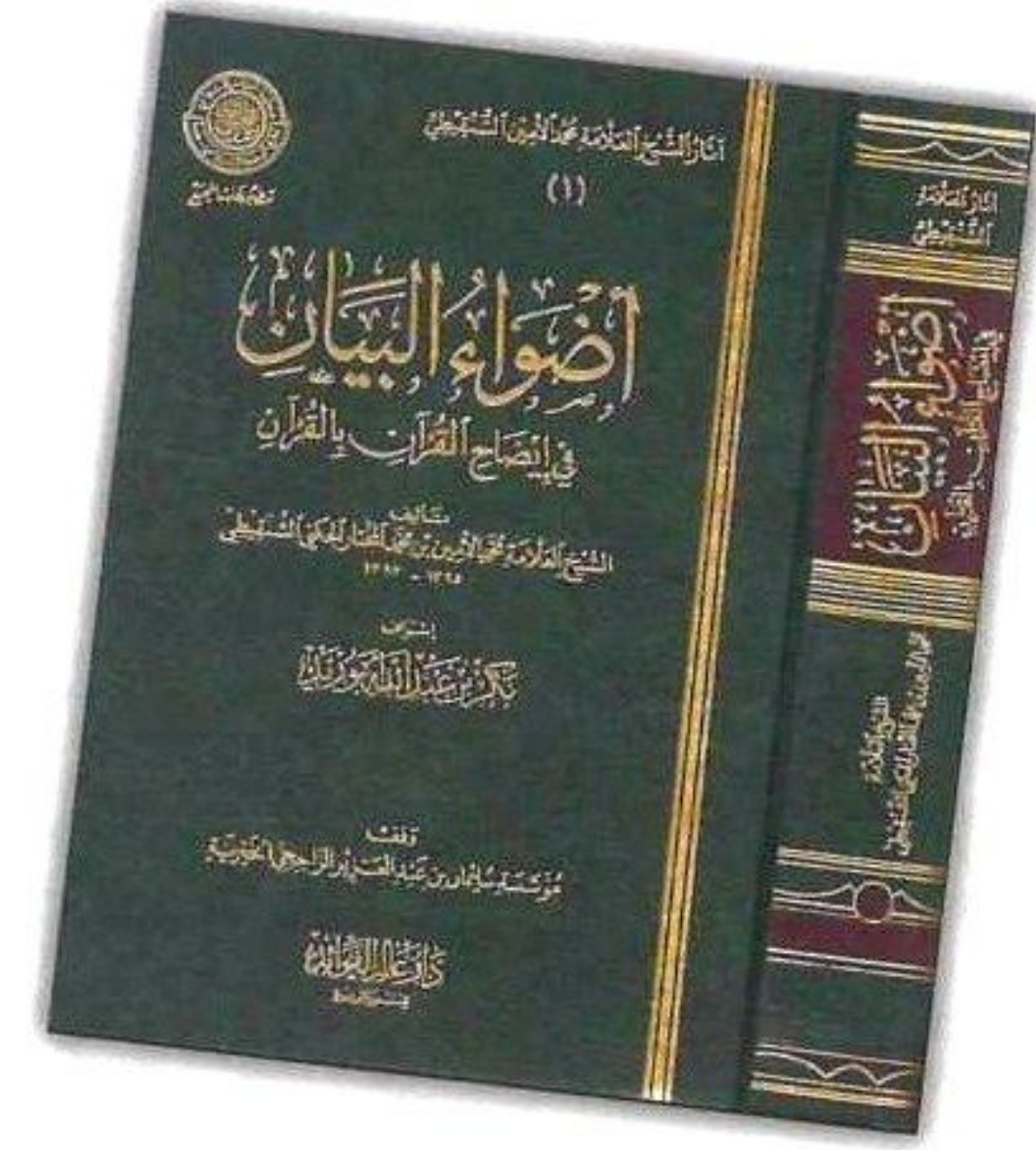
ہے، فریق مخالف کے اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔

علامہ محمد امین شنقیطی (موریتانیہ)

علامہ محمد امین شنقیطی نے اپنی تفسیر اضواء البیان میں آیاتِ حجاب کی تفسیر کرتے ہوئے مضبوط دلائل کی بنیاد پر چہرے کے پردے کو واجب قرار دیا ہے۔

الشیخ محمد بن یوسف کافی (تیونس)

الشیخ محمد بن یوسف کافی نے اپنی کتاب المسائل الكافية فى بيان وجوب صدق خبرربّ البرية میں بے پردگی کے نمائندوں کو کھری کھری سنائی ہیں۔ حمود تویجری نے اپنی کتاب الصارم المشهور میں ان کی باتیں نقل کی ہیں۔

مولانا عبدالقادر حبیب اللہ سندھی (سندھ، پاکستان)

مولانا عبدالقادر حبیب اللہ سندھی نے پردے کے موضوع پر دو کتابیں تحریر کیں:

رسالة الحجاب في الكتاب والسنة اور رفع الجُنّة أمام جلباب المرأة المسلمة فى الكتاب والسنة.

انھوں نے ان دونوں کتابوں میں اس امر کے واضح اور دوٹوک دلائل پیش کیے ہیں کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

مفتی اعظم خلافت عثمانیہ، الشیخ مصطفیٰ صبری (ترکی)

مفتی اعظم نے اپنے کتابچے قولي فى المرأة میں بے پردگی کے گماشتوں کے خوب لتے لیے ہیں۔

الشیخ عبدالرشید بن محمد سخی (نائیجیریا)

الشیخ عبدالرشید بن محمد سخی نے اپنی کتاب السيف القاطع للنزاع في حكم الحجاب والنقاب میں اس بات کو مسترد قرار دیا ہے کہ حجاب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور یہ حجاز کی علاقائی روایت ہے۔ ان کے نزدیک بھی چہرے کا پردہ واجب ہے۔

خاتون پروفیسر اعتصام احمد صراف (مصر)

پروفیسر اعتصام نے ایک کتاب تالیف کی: أختي المسلمة، سبيلك إلى الجنة. انھوں نے اس کتاب کے صفحہ 120 پر لکھا:

''چہرے کا پردہ عورت کے لیے ایک فطری عمل ہے۔ شریعت نے اس کی بڑی ترغیب دلائی ہے۔''

خاتون پروفیسر یسریہ محمد انور (مصر)

پروفیسر یسریہ نے اپنی کتاب مهلًایاصاحبة القوارير میں لکھا: ”جب اسلام نے عورت کو قدم چھپانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ چلتے ہوئے پیر زمین پر مار کر نہ چلے تاکہ پائل کی چھن چھن سنائی نہ دے تو چہرہ چھپانے کا حکم تو پہلے ہوا۔ حسن و جمال کا منبع تو چہرہ ہی ہے۔“

الشیخ احمد بن حجر آلِ ابو طامی (قطر)

الشیخ احمد بن حجر آلِ ابو طامی نے بھی الأدلة من السنة والكتاب في حكم الخمار و النقاب کے نام سے ایک کتابچہ تالیف کیا ہے۔

الشیخ محمد زمزمی بن صدیق (مراکش)

الشیخ محمد بن اسماعیل نے اپنی کتاب عودة الحجاب میں محمد زمزمی کا ذکر ان علماء میں کیا ہے جو عورت کے لیے چہرے کے پردے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

شیخ الازہر عبدالحلیم محمود (مصر)

شیخ الازہر نے بیروت، لبنان کے معروف رسالے صوت العرب (1967ء) میں مظهر المرأة کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ مقالے میں ایک جگہ انھوں نے لکھا:

”عورت کو فتنے کا ڈر ہو تو فساد کی راہیں مسدود کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ چہرے اور ہاتھوں کا پردہ کرے۔“

مرشد عام، جماعت اخوان المسلمین، امام حسن البناء (مصر)

امام حسن البناء نے اپنی کتاب المرأة المسلمة کے صفحہ 18 پر لکھا:

”اسلام نے عورت کے لیے بے پردگی کو حرام قرار دیا ہے۔“

الشیخ محمد بن حسن حجوی (مراکش)

الشیخ محمد بن حسن حجوی نے اپنی کتاب الدفاع عن الصحيحين میں ایک ڈاکٹر صاحب کا رد کیا ہے جو عورت کو چہرے کو بے پردہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی (شام)

ڈاکٹر بوطی نے اپنی کتاب إلى كل فتاة تؤمن بالله کے صفحہ 50 پر لکھا: ”اس امر پر تمام ائمہ کا اجماع پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ فتنہ وفساد کا ڈر ہو اور ہر جانب سے شہوت پرور نظریں عورت کی طرف اٹھتی ہوں تو عورت پر فرض ہے کہ وہ اپنا چہرہ چھپا کر رکھے۔ آج کون کہہ سکتا ہے کہ فتنہ نہیں اور راستوں میں شہوت پرور نظریں عورتوں کی طرف نہیں اٹھتیں۔“

الشیخ عبادہ کبیسی (عراق)

الشیخ عبادہ کبیسی نے اپنی کتاب لباس التقویٰ میں اس امر کی تائید کی ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

الشیخ محمد زاہد کوثری (ترکی)

الشیخ محمد زاہد کوثری نے اپنے مقالے بعنوان حجاب المرأۃ میں اس بات کی تائید کی ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (بھارت)

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے ان علماء کا جواب دینے کے لیے ایک کتاب لکھی تھی جو عورت کے لیے چہرے کی بے پردگی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کتاب کا نام ہے: إبراز الحق والصّواب في مسئلة السفوروالحجاب.

کتاب کے صفحہ 10 پر انھوں نے لکھا: ''حکمتِ حجاب کا تقاضا ہے کہ حجاب کا حکم چہرے کے ساتھ ساتھ جو حسن و جمال کا سرچشمہ ہے، عورت کے سارے بدن کے لیے ہو۔''

پروفیسر فاطمہ بنت عبداللہ زہرا (یمن)

پروفیسر فاطمہ نے اپنی کتاب المتبرجات میں حجاب کی شرائط بیان کیں اور اس امر کے دلائل کا تذکرہ کیا کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

خاتون پروفیسر کوثر میناوی (مصر)

پروفیسر کوثر نے اپنی کتاب حقوق المرأۃ فی الإسلام میں ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوٰجِكَ ﴾ کی آیت درج کرنے کے بعد لکھا: ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تمام مومن عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بڑی چادروں کو اپنے بالوں اور چہروں پر کھینچ لیا کریں۔''

شیخ الازہر محمد ابوالفضل (مصر)

شیخ الازہر محمد ابو الفضل نے ایک طویل فتویٰ صادر کیا تھا جس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ فتویٰ میں انھوں نے اس امر کی پرزور تائید کی کہ عورت کے

لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

مولانا عبدالرب قرشی ملکیاری (پاکستان)

مولانا عبدالرب قرشی ملکیاری نے اپنی کتاب الأبحاث الفقهية القيمة میں زیر بحث موضوع پر قلم اٹھایا اور اس امر کو ترجیح دی کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

سَمِعْنَا وَ أَطَعْنَا

دراصل اریج کو اتنے فتووں کی ضرورت نہیں تھی۔ کتاب و سنت نے جب چہرے کا پردہ واجب ٹھہرایا ہے تو اس کے بعد کسی فتوے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

''جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ چہرے کا پردہ عربوں کی یا سعودیوں کی علاقائی روایت ہے تو دنیا جہاں کے علماء کی تصریحات سننے کے بعد اس کے جواب کی حاجت نہیں رہی۔'' اریج نے کہا۔

جرأت مندانہ اقدام

سارہ نے لوہا گرم دیکھ کر کہا: ''طاقتور انسان وہی ہوتا ہے جو جرأت مندانہ اقدام کرسکتا اور تبدیلی کی طاقت رکھتا ہے۔ ہماری کتنی ہی بہنیں ہیں جو یہ تسلیم کرتی ہیں کہ چہرے کا پردہ ضروری ہے یا کم از کم یہ مانتی ہیں کہ چہرے کا پردہ ہی بہتر ہے۔ ان کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ پردہ کریں۔ کسی باپردہ عورت کو

دیکھتی ہیں تو حسرت سے سوچتی ہیں کہ کاش وہ بھی ایسا کرسکتیں۔ اس کے باوجود سالہا سال گزر جاتے ہیں اور وہ اتباعِ الٰہی کی راہ میں جرأت مندانہ قدم نہیں اٹھا سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے حکم کی تعمیل میں پس و پیش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں اپنے ارادے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ دل چاہے یا نہ چاہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا ہی پڑتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی وہی کام کرنے کو کہتا ہے جو انسان کے بس میں ہو۔ حجاب ایک فریضہ ہے۔ اس کی ادائیگی بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فریضے کے متعلق دریافت کرنا ہے۔

اریج اور مہوش! دیکھو ساری کائنات پردہ کرتی ہے۔ کرۂ ارض کے اردگرد بھی فضا کی تہ لپٹی ہے جو اس کا حجاب ہے۔ تازہ پھلوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے حجاب اوڑھا رکھا ہے کہ خراب نہ ہوں۔ آنکھ ایک قیمتی شے ہے۔ اس پر بھی حجاب ہے جو اس نازک شے کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح تم دونوں بھی قیمتی ہو، اس لیے حجاب اوڑھا کرو۔''

سارہ کی باتوں نے مہوش کو بہت متاثر کیا۔ اسے امریکی لڑکی کا واقعہ یاد آ گیا جو اس نے انٹرنیٹ پر پڑھا تھا۔ اس نے سارہ کو مخاطب کر کے کہا: ''ہاں، واقعی حجاب ہی میں عزت ہے۔ بعض غیر مسلموں نے حجاب کی بدولت اسلام قبول کر لیا۔''

سارہ نے حیرت سے پوچھا: اچھا! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حجاب کی بدولت غیر مسلم اسلام قبول کرلیں؟''

مہوش کہنے لگی: ''ہاں، میں نے انٹرنیٹ پر ایک جگہ پڑھا تھا کہ ایک لڑکی حجاب پر قائم رہی اور سات غیر مسلم اس کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ وہ ایک امریکی مسلم لڑکی تھی۔ دین اسلام پر اسے فخر تھا۔ اس کی بدولت تین پروفیسر اور چار طالب علم اسلام کے زیر سایہ آ گئے۔

اسلام قبول کرنے والے ایک پروفیسر نے انٹرویو میں بتایا کہ چار برس پہلے کی بات ہے، یونیورسٹی کی ایک مسلم امریکی طالبہ جو حجاب اوڑھتی تھی، اس کی وجہ سے یونیورسٹی میں ہنگامہ ہوگیا۔ یونیورسٹی کا ایک پروفیسر جو اسلام سے بغض رکھتا تھا، ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتا کہ طالبہ کو زچ کر سکے۔ طالبہ نے تنگ آ کر وائس چانسلر کو شکایت کر دی۔ وائس چانسلر نے لڑکی کی شکایت کا ازالہ کرنے کے لیے ایک مباحثے کا اہتمام کیا اور فریقین کو دعوت دی کہ اپنے اپنے اعتراضات اور دلائل پیش کریں۔ یونیورسٹی کے تقریباً سارے پروفیسر اس انوکھے اور اپنی نوعیت کے اولین مناظرے میں شریک ہوئے۔ طالبہ نے پروفیسر پر الزام لگایا کہ وہ اسلام سے بطورِ خاص نفرت کرتا اور اسی سبب مجھ سے امتیازی سلوک روا

رکھتا ہے۔ چند ایک غیر مسلم طلبہ نے بھی جو موقع پر موجود تھے، طالبہ کی تائید کرتے ہوئے پروفیسر کو موردِ الزام ٹھہرایا۔

پروفیسر سے جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ طیش میں آ کر اول فول بکنے اور اسلام کو گالیاں دینے لگا۔ طالبہ نے بھی پروفیسر کو منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اسلام کا بھرپور دفاع کیا۔ طالبہ کے پر تاثیر اندازِ بیان نے حاضرین کو بے حد متاثر کیا۔ وہ طالبہ سے اسلام کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے لگے۔ طالبہ بڑی روانی سے ان کے سوالوں کے تشفی بخش جواب دیتی رہی۔ پروفیسر نے جب دیکھا کہ مباحثے نے اسلام کے متعلق معلوماتی لیکچر کی صورت اختیار کر لی ہے تو اس نے ہال سے واک آؤٹ کر دیا۔ سوالوں کے جوابات سے فراغت پا کر طالبہ نے پروفیسر اور طلبہ میں اسلام کے متعلق معلوماتی کتابچے تقسیم کیے۔ یہ واقعہ کئی دنوں تک یونیورسٹی کے ہر خاص و عام کا موضوع بحث بنا رہا۔ چند ہی مہینوں میں چار طلبہ اور تین پروفیسروں نے اسلام قبول کر لیا۔''

سارہ اور اریج نے نہایت دلچسپی سے یہ واقعہ سنا۔ واقعہ تھا بھی دلچسپ۔ اریج کے سوال ابھی باقی تھے۔

عورت کے محرم

اریج نے دریافت کیا: ''سارہ! اچھا تو میں کن افراد کے سامنے چہرے کا پردہ اتار سکتی ہوں؟''

سارہ نے جواب دیا: ''عورت محرم کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہے۔ یہ وہ بارہ افراد ہیں جن سے عورت کی کسی صورت میں شادی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل یوں ہے:

- شوہر
- والد
- سسر
- بیٹا (سگا، رضاعی)
- سوتیلا بیٹا (شوہر کا بیٹا)
- بھائی (سگا سوتیلا، رضاعی)
- بھتیجا
- بھانجا
- اپنی خواتین
- غلام

- بے شہوت آدمی
- نابالغ بچہ

مہوش اور اریج توجہ سے سارہ کی باتیں سن رہی تھیں۔ حکم الٰہی کے روبرو دونوں کا سر تسلیم خم تھا۔ اریج نے تو دوپٹے کے پلو سے چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا: ''آج کے بعد اس چہرے کو محرم کے سوا اور کوئی نہیں دیکھے گا۔ واقعی! اللہ کی اطاعت میں کتنا سکون ہے۔''

اتنے میں مغرب کی اذان سنائی دی۔ تین گھنٹے پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ نمائش کا وقت بھی ختم ہونے والا تھا۔ لیکن کتاب کا ایک اہم باب ابھی باقی تھا۔

سارہ کہنے لگی: ''اریج اور مہوش! تم دونوں کو جلدی تو نہیں؟ کتاب کا ایک اہم باب ابھی باقی ہے جس میں ان علماء کے دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو ننگا کرنا جائز ہے۔ میں چاہتی ہوں تم دونوں اس بات کی تفصیلات بھی ضرور سنو تاکہ مخالفین کے دلائل سے آگاہی ہو سکے۔ کیوں، کیا خیال ہے؟''

''بہت خوب۔'' اریج بولی۔ ''لیکن پہلے مغرب کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔''

تینوں لڑکیوں نے اطمینان سے مغرب کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد تینوں دوبارہ وہیں آبیٹھیں۔ سارہ نے پڑھنا شروع کیا:

مخالفین پردہ کے تین دلائل اور ان کا جواب

پہلی دلیل

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت جسے امام مسلم نے اپنی کتابِ حدیث میں درج کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبۂ عید کے آخر میں خواتین کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ عورتوں کے درمیان سے میلے رخساروں والی ایک خاتون کھڑی ہوئی اور پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیوں؟ [1]

جابر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا کہ ''میلے رخساروں والی عورت'' اسی سے مخالفینِ پردہ نے دلیل لی ہے کہ اس عورت کا چہرہ ننگا تھا۔

جواب

پہلی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ جابر کے علاوہ کئی صحابۂ کرام نے بیان کیا ہے جو سب نماز میں شریک تھے اور خاتون کو بھی دیکھا تھا۔ جابر کے علاوہ یہ واقعہ ابوہریرہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن جابر کے سوا کسی نے بھی خاتون کے چہرے کا ذکر نہیں کیا۔ شاید جابر اس خاتون کو پہلے سے جانتے تھے اور حکم حجاب سے پہلے اسے دیکھ رکھا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ 'میلے رخساروں والی' اس عورت کا لقب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ

جابر ہی اس کا یہ وصف جان پائے تھے۔ ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے کہا جس کا شمار اونچے طبقے کی خواتین میں نہیں ہوتا تھا۔ [2] ابن عمر کی روایت میں ہے کہ ایک قوی الجثہ عورت نے کہا۔ [3]

ابن عمر نے دور سے عورت کو دیکھا تو بتا دیا کہ وہ قوی الجثہ تھی۔ لیکن اس کے چہرے کا ذکر نہیں کیا۔ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے کہا۔ [4]

ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک عورت نے کہا: [5] ......

ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ عورتوں نے کہا: اے اللہ کے رسول!...... [6]

جابر کے علاوہ یہ پانچ صحابہ ہیں جو موقع پر موجود تھے لیکن ان پانچوں میں سے کسی نے خاتون کے چہرے کا ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے جابر خاتون کو پہلے سے جانتے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھڑے ہوتے ہوئے خاتون کا دوپٹا چہرے سے سرک گیا ہو اور جابر نے اسی لمحے دیکھ لیا ہو۔ فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی روایت کی تشریح میں احتمال در آئے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے اور وہ بھی تو اس سے استدلال کرنا یا اسے دلیل کے طور پر لینا

درست نہیں رہتا۔

دوسرے یہ کہ مان لیجیے اس خاتون کا چہرہ ننگا تھا۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ بڑی بوڑھی ہو جس پر چہرے کا پردہ واجب ہی نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، اس لیے کہ نوجوان عورت بھری محفل میں مردوں کے سامنے بات کرنے سے ہچکچاتی ہے۔ شاید وہ خاتون اپنے آپ کو بڑی بوڑھی سمجھ کر ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

تیسرے یہ کہ وہ اونچے خاندان کی نہیں تھی اور تھی بھی میلے رخساروں والی۔ اس دور کی لونڈیاں ایسی ہوا کرتی تھیں۔ اور لونڈیوں پر تو چہرے کا پردہ واجب ہی نہیں۔

چوتھے یہ کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ حکم حجاب کے نزول سے پہلے کا ہو، اس لیے کہ حجاب کا حکم تو نازل ہوا تھا پانچ یا چھ ہجری میں جبکہ عید کی نماز دو ہجری میں فرض ہوئی تھی۔

دوسری دلیل: خثعمی عورت کا واقعہ

یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی کتاب

حدیث موسوم بجامع صحیح میں درج کیا ہے۔

یوم النحر کو رسول اللہ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ فضل بن عباس خوش شکل آدمی تھے۔ نبی ﷺ لوگوں کے سوالات کے جواب دینے ٹھہرے۔ قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھنے آئی۔ فضل اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ اس کے حسن سے متاثر ہوئے۔ نبی ﷺ نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ فضل اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فضل کو ٹھوڑی سے پکڑا اور چہرہ دوسری طرف گھما دیا۔ [7]

جواب

پہلی بات یہ ہے کہ روایت میں صاف صاف نہیں بتایا گیا کہ اس عورت کا چہرہ ننگا تھا۔ عورت کو خوبصورت کہا گیا ہے۔ عورت کی خوبصورتی معلوم کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کا چہرہ دیکھا جائے۔ ہاتھوں اور قدموں کو دیکھ کر بھی جلد کی سفیدی اور تروتازگی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ عورت کا چہرہ ننگا ہوتا تو راوی جمیلہ کا لفظ بولتا اور محض وضیئہ کے لفظ پر اکتفا نہ کرتا۔ دوسرے یہ کہ روایت میں ذکر ہے کہ فضل نے اس عورت کو دیکھا تو اس کے حسن سے متاثر ہوئے۔ یہ نہیں

کہا کہ اس کے جمال سے متاثر ہوئے۔ عربی زبان میں حسن اور جمال کے درمیان ادنیٰ فرق ہوتا ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جمال کا تعلق ہوتا ہے چہرے سے۔ اور چہرہ پردے میں تھا۔ فضل کو دراصل عورت کے متناسب ڈیل ڈول نے متاثر کیا تھا جسے راوی نے 'حسن' سے تعبیر کیا ہے۔ چہرے کی خوبصورتی بیان کرنی مقصود ہوتی تو راوی یقیناً 'جمال' کا لفظ استعمال کرتا۔

تیسرے یہ کہ فرض کر لیجیے کہ عورت کا چہرہ واقعی ننگا تھا۔ اگر حج وغیرہ میں عورت کے لیے چہرہ ننگا رکھنا درست ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فضل کا منہ دوسری جانب نہ گھماتے، اس لیے کہ فضل کوئی فعل حرام کا ارتکاب نہیں کر رہے تھے۔

چوتھے یہ کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ یہ پوچھے بنا نہ رہ سکے تھے کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے ابن عم کی گردن کیوں پھیر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ایک نوجوان مرد اور ایک نوجوان عورت کو دیکھا۔ مجھے ان دونوں کے متعلق شیطان (کے بہکاوے) کا خدشہ ہوا۔'' [8]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فضل کی گردن محض اس لیے نہیں موڑی کہ وہ اس خوبصورت عورت کے متناسب بدن کو نہ دیکھیں اور اس کی کانوں میں رس گھولنے والی آواز نہ سن سکیں بلکہ اس لیے کہ فضل بھی خوش شکل آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو خدشہ ہوا تھا کہ انھیں دیکھ کر کہیں وہ عورت بھی مصیبت میں نہ پڑ جائے۔ آپ نے چاہا کہ نہ فضل اس کی طرف دیکھیں اور نہ وہ فضل کی طرف دیکھے۔ یوں آپ نے دونوں کو بھٹکنے نہ دیا۔

یہ بات واقعی اطمینان بخش تھی۔ حدیث میں تو یہ وضاحت کہیں نہیں تھی کہ اس عورت کا چہرہ ننگا تھا۔

تیسری دلیل

یہ روایت امام ابو داود نے اپنی کتاب حدیث میں درج کی ہے۔

خالد بن دریک نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انھوں نے بتایا:

''اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئیں۔ ان کے بدن پر باریک کپڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا: ''اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا بدن کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیے۔'' [9]

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسے دلیل کے طور پر لینا درست نہیں۔

اس لیے:

- خود امام ابو داود نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا: ''یہ خالد بن دریک کی مرسل روایت ہے۔ خالد بن دریک نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔''
- روایت کی سند میں ایک راوی ہے سعید بن بشیر ابو عبدالرحمٰن بصری۔ یہ راوی ضعیف ہے۔ حدیث کے معاملے میں اس کی روایت کو دلیل کے طور پر نہیں لیا جاتا۔

❁ روایت کی سند میں دو راوی قتادہ اور ولید بن مسلم ہیں۔ یہ دونوں حدیث میں تدلیس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یوں ان کی روایت سے حدیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

یہ تین خرابیاں حدیث کو ضعیف کے درجے پر لے آتی ہیں۔ یوں اس حدیث کو دلیل بنانا درست ہی نہیں۔

یہ حصہ پڑھ کر سارہ نے سر اٹھایا، مہوش کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور کہا:

''میرے پاس اس کا چوتھا جواب بھی ہے۔ اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے درست نہیں۔ یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیگم عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھے ہوں اور آپ کی سالی اسماء جو عائشہ سے دس سال بڑی تھیں، باریک کپڑے پہنے سامنے آجائیں۔ عرب خواتین تو دورِ جاہلیت میں بھی پردہ کرتی تھیں۔ ایک جاہلی عورت کا واقعہ ہے کہ چلتے چلتے بے خیالی میں اس کا دوپٹا سر سے سرک گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے دوپٹا اُچکا اور دوسرے ہاتھ سے جلدی جلدی منہ پر ڈال لیا۔ اس پر ایک شاعر نے کہا:

سَقَطَ النَّصِيفُ وَلَمْ تُرِدْ إِسْقَاطَهُ

فَتَنَاوَلَتْهُ وَاتَّقَتْنَا بِالْيَدِ

''دوپٹا سرک گیا۔ اس نے جان کر اسے نہیں گرایا تھا، پھر اس نے فوراً دوپٹا اٹھایا اور ہاتھ کے ساتھ ہم سے پردہ کرلیا۔'' [10]

جاہلیت میں پردے کا یہ حال تھا تو اسلام میں کیا ہوگا۔

''اب یہ کہانی باقی رہ گئی ہے کہ بے پردگی کا آغاز کیسے ہوا۔'' سارہ نے کہا۔

''لیکن میرے والد مجھے لینے آتے ہوں گے۔''

''نہیں سارہ! وہ کہانی ہمیں سناتی جاؤ۔'' اریج اور مہوش نے اصرار کیا۔

''اچھا! تو پھر سنو!''

بے پردگی کی کہانی

دورِ نبوی سے چودھویں صدی ہجری کے نصف تک مسلمان خواتین کی حالت یہ تھی کہ چہرے پر نقاب اوڑھ کر پردہ کیا کرتی تھیں۔ چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اسلامی خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی مغربی استعمار دبے پاؤں مسلم ممالک میں داخل ہوا۔ مسلمانوں کی شناخت بدلنے کے لیے مغربی استعمار نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مسلم معاشرے سے اسلامی اقدار کو نکال باہر کیا جائے۔ سب سے پہلے مصر کی مسلم خواتین نے چہرے کا پردہ اتارا۔

مصر کے والی محمد علی پاشا نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے طلبہ کے وفود فرانس روانہ کیے۔ طلبہ میں رفاعہ طہطاوی نامی شخص نے مصر واپسی کے بعد تحریک اٹھائی کہ خواتین کو چہرے کا پردہ اتار دینا چاہیے۔ رفاعہ طہطاوی کے بعد نصرانی مصنف مرقس فہمی نے یہ تحریک جاری رکھی۔ اس نے المرأة فى الشرق کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں عورت کو پردہ اتارنے اور مرد وزن کے آزادانہ اختلاط کی ترغیب دلائی گئی تھی۔ مصر کی وزارت تعلیم میں احمد لطفی سید وہ پہلا آدمی تھا جس نے مصر میں مخلوط تعلیمی اداروں کی داغ بیل ڈالی۔ احمد لطفی سید کے بعد طٰہٰ حسین اور قاسم امین نے اس تحریک میں جان ڈالی۔ قاسم امین نے تو باقاعدہ طور پر دو کتابیں تحریر کیں: تحرير المرأة (آزادیِ نسواں) اور المرأة الجديدة (جدید عورت۔) سعد زغلول اور احمد زغلول، قاسم امین کی تصنیفات سے متاثر تھے۔ انھوں نے بھی بے پردگی کی اس تحریک میں حصہ ڈالا۔

قاہرہ میں ہدیٰ شعراوی کی قیادت میں خواتین کی تحریک نے جنم لیا جس کا مقصد یہ تھا کہ خواتین سے چہرے کا پردہ اتروا دیا جائے۔ تحریک نسواں کا پہلا اجتماع 1920ء میں مصر کے مرقصی کلیسا میں منعقد ہوا۔

ہدیٰ شعراوی مصر کی پہلی مسلمان عورت تھی جس نے حجاب اتارنے کی جرأت کی۔ ہوا یوں کہ سعد زغلول برطانیہ سے لوٹا تو اس کے استقبال کے لیے دو بڑے خیمے سجائے گئے۔ ایک خیمے میں مرد تھے اور دوسرے میں عورتیں۔ سعد زغلول جہاز سے اتر کر سیدھا خواتین کے خیمے کی طرف آیا جو باپردہ خواتین سے پُر تھا۔ وہ خیمے میں پہنچا تو ہدیٰ شعراوی نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔ ہدیٰ نے حجاب

اوڑھ رکھا تھا۔ سعد زغلول نے ہاتھ بڑھا کر ہدیٰ شعراوی کا حجاب اس کے چہرے سے کھینچ اتارا۔ تالیوں کی آواز سے پورا خیمہ گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی دیگر تمام خواتین نے بھی چہرے سے نقاب اتار پھینکے۔ اس ڈرامے کی منصوبہ بندی پہلے سے کی گئی تھی۔

ایک اور موقع پر قاہرہ میں تحریک نسواں کی خواتین نے جلوس نکالا۔ سعد زغلول کی اہلیہ صفیہ فہمی بھی جلوس میں شریک تھی۔ اس نے سرعام اپنا حجاب اتار کر قدموں تلے روند ڈالا۔ مظاہرے میں شریک دیگر خواتین نے بھی صفیہ فہمی کی پیروی کی۔ بعد ازاں حجاب کے ان تمام کپڑوں کو جو سڑک پر پڑے تھے، نذرِ آتش کر دیا گیا۔

1900ء میں 'السفور' (بے پردگی) کے نام سے ایک میگزین جاری کیا گیا جو اسم بامسمّیٰ تھا۔ یہ میگزین اس سلسلے

میں رائے عامہ ہموار کرنے کا ذریعہ تھا کہ عورت مرد کی شراکت دار ہے۔ اس شراکت کا تقاضا ہے کہ عورت حجاب اتار پھینکے اور ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے۔ آزادی کے نام پر لڑکیوں کے گھروں سے بھاگ جانے کے واقعات کو نمایاں کر کے پیش کیا جانے لگا۔ میگزین السفور میں اداکاراؤں اور گلوکاراؤں کو خصوصی جگہ دی گئی۔

رفتہ رفتہ بے پردہ عورت کا دکھائی دے جانا عام سی بات ہوگئی۔ مصر کی اسلامی تاریخ جو ہزار سال سے زائد عرصے پر محیط ہے، اس میں آپ کو ایسے مناظر دیکھنے کو نہیں ملیں گے کہ مسلم خواتین سڑکوں پر ننگے منہ چلتی پھرتی ہوں۔

یوں آزادی نسواں کے نام پر بے پردگی کا رواج ہوگیا تو تحریک آزادی

نسواں نے ایک قدم اور بڑھایا۔ عورت کو گھر سے نکال کر مردوں کے درمیان لا کھڑا کیا۔ اب عورت ائیر ہوسٹس بن گئی۔ ہوائی اڈوں پر نوکری کرنے لگی۔ مے خانوں میں شراب کے جام بھرنے اور ہوٹلوں میں گاہکوں کے دل لبھانے لگی۔ عورت پر سرپرست کے اختیارات کو بالکل معدوم کر دیا گیا۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلم ممالک میں حکومت کے زیر سایہ زنا اور بے حیائی کے اڈے قائم ہوئے اور فریقین کی رضامندی کی شرط پر حد زنا کو ساقط کر دیا گیا ہے۔ ترکی، تیونس، ایران، افغانستان، البانیہ، صومالیہ، الجزائر اور اس دور کی دیگر اسلامی جمہوریتوں میں باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے حجاب پر پابندی عائد کی گئی اور پردہ کرنے والی عورت کو سزا دینے کا اعلان کیا گیا۔"

سارہ کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی۔ یہ اس کے والد کا نمبر تھا۔ وہ بولی: ''لگتا ہے میرے والد پہنچ گئے ہیں۔ اب مجھے چلنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ عبا پہننے لگی۔ مہوش اور اریج نے اگلی ملاقات کے وعدے پر اسے الوداع کہا اور تینوں لڑکیاں اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئیں۔

---

[1] صحيح مسلم، حديث: 885. [2] المستدرك للحاكم: 190/2، ومسند أحمد: 376/1. [3] صحيح مسلم، حديث: 79. [4] صحيح البخاري، حديث: 979، و صحيح مسلم، حديث: 884. [5] صحيح مسلم، حديث : 80. [6] صحيح البخاري، حديث : 304. [7] صحيح البخاري، حديث: 6228. [8] مسند أحمد: 75/1. [9] سنن أبي داود، حديث : 4104. [10] ديوان النابغة الذُّبياني :24/1.

یونیورسٹی کینٹین میں

یہ کتاب عالم عرب کے ممتاز عالم دین ، بہت سی کتب کے مصنف، اور عظیم دانشور ڈاکٹر عبدالرحمٰن العریفی کا علمی شاہکار ہے۔ان کی اچھوتی اور منفرد تحریریں عرب دنیا میں بے حد مقبول ہیں۔

زیر نظر کتاب عربی زبان میں ''صرخة في مطعم الجامعة'' کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔کتاب کا موضوع اسلام کی عزت مآب بیٹیوں کے چہرے کے پردہ کی افادیت اور ان کے گوہر عصمت کی حفاظت ہے۔کتاب قرآنی آیات، شرعی دلائل، عبرت انگیز اور نصیحت آموز واقعات سے مزین ہے۔عصر حاضر کی نوجوان نسل کے لیے یہ ایک شاندار تحفہ ہے۔ دار السلام اس بے حد دلچسپ، مفید، جامع اور مختصر کتاب کو نذر قارئین کرتے ہوئے فخر وانبساط کے جذبات سے سرشار ہے۔اس امید کے ساتھ کہ اس کے مطالعے سے مسلم بیٹیاں اور بیٹے صراط مستقیم پر گامزن ہونے میں سہولت محسوس کریں گے۔اسی راہ پر چلنے میں امت کی عظمت گم گشتہ کی بازیابی ہوسکتی ہے۔